ہفت روزہ

15

لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

15تا21 اپریل 2014ء/14تا20 جمادی الاُخریٰ 1435ھ

مغربی تہذیب کی پیروی کے نتائج!

”اجتماع و معاشرت اور سوشل زندگی میں مغربی طریقوں کی پیروی اور ان کے اصول زندگی اور طرز معاشرت کو قبول کر لینا اسلامی معاشرہ میں بڑے دور رس نتائج رکھتا ہے۔ اس وقت مغرب ایک اخلاقی جذام میں مبتلا ہے‘ جس سے اس کا جسم برابر کٹتا اور گلتا چلا جا رہا ہے اور اب اس کی عفونت پورے ماحول میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس مرضِ جذام کا سبب (جو تقریباً لا علاج ہے) اس کی جنسی بے راہ روی اور اخلاقی انارکی ہے جو بہیمیت و حیوانیت کے حدود تک پہنچ گئی ہے‘ لیکن اس کیفیت کا بھی حقیقی واوّلیں سبب عورتوں کی حد سے بڑھی ہوئی آزادی‘ مکمل بے پردگی‘ مرد وزن کا غیر محدود اختلاط اور شراب نوشی تھی۔ کسی اسلامی ملک میں اگر عورتوں کو ایسی ہی آزادی دی گئی‘ پردہ یکسر اٹھا دیا گیا‘ دونوں صنفوں کے اختلاط کے آزادانہ مواقع فراہم کیے گئے‘ مخلوط تعلیم جاری کی گئی تو اس کا نتیجہ اخلاقی انتشار اور جنسی انارکی‘ سول میرج‘ تمام اخلاقی و دینی حدود واصول سے بغاوت‘ اور بالاختصار اس اخلاقی جذام کے سوا کچھ نہیں جو مغرب کو ٹھیک انہی اسباب کی بنا پر لاحق ہو چکا ہے۔

ان اسلامی ملکوں میں جہاں مغربی تہذیب کی پُر جوش نقل کی جا رہی ہے اور جہاں پردہ بالکل اٹھ گیا ہے اور مرد وزن کے اختلاط کے آزادانہ مواقع حاصل ہیں‘ پھر صحافت‘ سنیما‘ ٹیلی ویژن‘ لٹریچر اور حکمراں طبقہ کی زندگی اس کی ہمت افزائی بلکہ رہنمائی کر رہی ہے‘ وہاں اس جذام کے آثار وعلامات پوری طرح ظاہر ہونے لگی ہیں‘ اور یہ قانونِ قدرت ہے جس سے کہیں مفر نہیں۔“

مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کش مکش

مولانا ابوالحسن علی ندوی

اس شمارے میں

کیا پاکستان کا آئین اسلامی ہے؟

مہاجر عورتوں سے متعلق تحقیق کی ہدایت

......ایک سویرا ہوتا ہے

بددیانتی اور تعصب کی انتہا

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات اور نفاذ اسلام (II)

بحرین اور عرب دنیا کا انتشار......

رحمان کی رحمت

کلام اقبال

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (607)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے!

سُورۃُ الحِجر | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 97 تا 99

وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّکَ یَضِیۡقُ صَدۡرُکَ بِمَا یَقُوۡلُوۡنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَکُنۡ مِّنَ السّٰجِدِیۡنَ ﴿۹۸﴾ وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ ﴿۹۹﴾

آیت ۹۷ ﴿وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّکَ یَضِیۡقُ صَدۡرُکَ بِمَا یَقُوۡلُوۡنَ ﴿۹۷﴾﴾ ’’اور ہم جانتے ہیں کہ آپؐ کا سینہ تنگ ہوتا ہے ان کی باتوں سے۔‘‘

علی الاعلان دعوت کی وجہ سے مخالفت کا ایک طوفان آپؐ پر اُمڈ آیا تھا۔ پہلے مرحلے میں یہ مخالفت اگرچہ زبانی طعن وتشنیع اور بدگوئی تک محدود تھی مگر بہت تکلیف دہ تھی۔ کسی نے مجنون اور کاہن کہہ دیا‘ کسی نے شاعر کا خطاب دے دیا۔ کوئی دور کی کوڑی لایا کہ آپؐ نے گھر میں ایک عجمی غلام چھپا رکھا ہے‘ اس سے معلومات لے کر ہمیں خوف دلاتے ہیں۔ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو واقعی سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ پر آسیب وغیرہ کے اثرات ہوگئے ہیں۔ ایسے لوگ ازراہِ ہمدردی ایسی باتوں کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ عتبہ بن ربیعہ نے اسی طرح آپ ﷺ سے اظہارِ ہمدردی کیا۔ وہ قبیلے کا معمر بزرگ تھا۔ اس نے کہا: اے میرے بھتیجے‘ بڑے بڑے عاملوں اور کاہنوں سے میرے تعلقات ہیں‘ آپ (ﷺ) کہیں تو میں ان میں سے کسی کو بلالاؤں اور آپ کا علاج کراؤں؟ ان سب باتوں سے آپؐ کو بہت تکلیف ہوتی تھی اور آپؐ کی اسی تکلیف اور دل کی گھٹن کا یہاں تذکرہ کیا جارہا ہے کہ اے نبیؐ ان لوگوں کی بیہودہ باتوں سے آپؐ کو جو تکلیف ہوتی ہے وہ ہمارے علم میں ہے۔ یہ مضمون سورۃ الانعام کی آیت ۳۳ میں بھی گزر چکا ہے۔

آیت ۹۸ ﴿فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَکُنۡ مِّنَ السّٰجِدِیۡنَ ﴿۹۸﴾﴾ ’’پس آپؐ تسبیح کیجیے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہوجایئے۔‘‘

آپؐ اپنے رب کی تسبیح وتحمید میں مشغول رہیں۔ اسی کے آگے جھکے رہیں اور اس طرح اپنے تعلق مع اللہ کو مزید مضبوط کریں۔ اللہ سے اپنے اس قلبی اور ذہنی رشتے کو جتنا مضبوط کریں گے اسی قدر آپ ﷺ کے دل کو سکون اور اطمینان ملے گا اور صبر واستقامت کے رستے پر چلنا اور ان سختیوں کو جھیلنا آپؐ کے لیے آسان ہوگا۔

آیت ۹۹ ﴿وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ ﴿۹۹﴾﴾ ’’اور اپنے رب کی بندگی میں لگے رہیں یہاں تک کہ یقینی شے وقوع پذیر ہوجائے۔‘‘

عام طور پر یہاں ’’یقین‘‘ سے موت مراد لی گئی ہے۔ یعنی اپنی زندگی کی آخری گھڑی تک اس کی بندگی میں لگے رہیے اور اس سلسلے میں لحہ بھر کے لیے بھی غفلت نہ کیجیے:

تا دمِ آخر دمے فارغ مباش
اندریں رہ مے تراش و مے خراش!

بعض لوگ یہاں ’’یقین‘‘ سے اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی مراد لیتے ہیں کہ کفار کے خلاف اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آجائے‘ اُس کی مدد اہل حق کے شامل حال ہوجائے اور انہیں کفار پر غلبہ حاصل ہوجائے۔

بارک اللّٰہ لی ولکم فی القرآن العظیم ٭ ونفعنی وایاکم بالآیات والذّکر الحکیم

فرمان نبوی

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِلنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْھِمُ السَّقِیْمَ وَالضَّعِیْفَ وَالْکَبِیْرَ وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِنَفْسِہٖ فَلْیُطَوِّلْ مَاشَاءَ))

(متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب تم میں سے کوئی لوگوں کا امام بن کر نماز پڑھائے تو چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھائے (یعنی زیادہ طول نہ دے) کیونکہ مقتدیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور کمزور بھی اور بوڑھے بھی (جن کے لئے طویل نماز باعث زحمت ہوسکتی ہے) اور جب تم میں سے کسی کو بس اپنی نماز اکیلے پڑھنی ہو تو جتنی چاہے لمبی پڑھے۔‘‘

تشریح: بعض صحابہ کرام ؓ جو اپنے قبیلہ یا حلقہ کی مسجدوں میں نماز پڑھاتے تھے، عبادت کے ذوق وشوق میں بہت لمبی نماز پڑھتے تھے۔ جس کی وجہ سے بعض بیمار، کمزور، بوڑھے یا تھکے ہارے مقتدیوں کو کبھی بڑی تکلیف پہنچ جاتی تھی۔ اس غلطی کی اصلاح کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مختلف موقعوں پر اس طرح کی ہدایت فرمائی۔ آپ کا منشاء اس سے یہ تھا کہ امام کو چاہیے کہ وہ اس بات کا لحاظ رکھے کہ مقتدیوں میں کبھی کوئی بیمار یا کمزور یا بوڑھا بھی ہوتا ہے، اس لئے نماز زیادہ طویل نہ کرے۔ ہاں اکیلے نماز پڑھے تو جتنی چاہے نماز کو طویل کرے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
15 تا 21 اپریل 2014ء جلد 23
14 تا 20 جمادی الاُخریٰ 1435ھ شمارہ 15
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز
نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا----------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا پاکستان کا آئین اسلامی ہے؟

آج کل پاکستان میں ہر فورم پر یہ بحث چل نکلی ہے کہ آیا 1973ء کا آئین اسلامی ہے۔ اس بحث کا ایک پس منظر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب سیکولر عناصر اپنی تمام تر کوشش اور حربوں کے باوجود نواز حکومت کو تحریک طالبان پاکستان سے مذاکرات کرنے سے روک نہ سکے تو یہ بحث ایک خاص مقصد سے چھیڑ دی گئی کہ ہمیں طالبان سے کیا بات کرنے کی ضرورت ہے، اگر ان کا مطالبہ پاکستان میں اسلام کا نفاذ ہے تو پاکستان میں تو پہلے ہی اسلامی آئین نافذ ہے، کسی تبدیلی کی ضرورت ہی نہیں۔ ہماری دائیں بازو کی جماعتیں ہی نہیں بلکہ باقاعدہ مذہبی جماعتیں بھی ان عناصر کی یہ چال نہ سمجھ سکیں اور یہ بیان دینا شروع کر دیے کہ 1973ء کا آئین اسلامی ہے اور ایک اسلامی جماعت کے اچھی بھلی سمجھ دار اور مشہور و معروف شخصیت نے یہ بیان بھی داغ دیا کہ نہ صرف یہ کہ 1973ء کا آئین اسلامی ہے بلکہ پاکستان میں اسلامی شریعت نافذ ہے۔ ایک مذہبی جماعت کے رہنما نے جن کی سیاسی بصیرت کے اپنے اور غیر سب معترف ہیں فرمایا کہ 1973ء کے آئین پر ہمارے بزرگوں کے دستخط ہیں، وہ غیر اسلامی کیسے ہوسکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان کی خدمت میں تو ہماری صرف اتنی گزارش ہے کہ آپ کے بزرگوں نے اس آئین پر اس وقت دستخط کیے تھے جب انہیں یہ گارنٹی دی گئی تھی کہ 10 سال کے عرصہ میں یعنی 1983ء تک تمام غیر اسلامی قوانین ختم کر دیے جائیں گے اور آئین کے آرٹیکل 203(D) میں یہ طے کرا لیا گیا کہ "عدالت یا تو خود اپنی تحریک یا پاکستان کے کسی شہری یا وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت کی درخواست پر اس سوال کا جائزہ لے سکے گی اور فیصلہ کر سکے گی کہ آیا کوئی قانون یا قانون کا کوئی حکم ان اسلامی احکام کے خلاف ہے یا نہیں جس طرح کہ قرآن پاک اور رسول ﷺ کی سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے۔"

اس سے پہلے کہ ہم اس قانون سازی کا ذکر کریں جو قرآن و سنت کے خلاف ہوئی، ہم چاہیں گے کہ آئین کے بعض ان آرٹیکل کا ذکر کر دیں جو واضح طور پر خلاف اسلام ہیں۔ آئین کے آرٹیکل 45 کا متن یہ ہے: "صدر کو کسی عدالت، ٹریبونل یا دیگر ہیئت مجاز کی دی ہوئی سزا کو معاف کرنے، ملتوی کرنے اور کچھ عرصہ کے لیے روکنے، اس میں تخفیف کرنے یا اس کو تبدیل کرنے کا اختیار ہوگا۔" ویسے تو یہ آرٹیکل عام انصاف کے تقاضوں کے خلاف بھی ہے کہ ایک شخص کے خلاف ایک کیس طویل عرصہ تک چلتا ہے، گواہیاں دی جاتی ہیں، استغاثہ الزام ثابت کرتا ہے۔ جج اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر کے ایک فیصلہ کرتا ہے۔ اس سارے طریقہ کار میں وقت اور وسائل صرف ہوتے ہیں اور صدارتی محل میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کو یہ حق دے دیا جائے کہ اس سب کچھ پر خط تنسیخ پھیر دے، جبکہ اسلام میں سربراہ مملکت عدالتی کارروائی میں دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ ویسے بھی عدلیہ اور انتظامیہ صرف اسی صورت میں الگ رہ سکتی ہیں۔ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں قاتل کو معاف کرنے کا حق صرف مقتول کے ورثا کو دیا گیا ہے۔ وہ چاہیں تو اسے فی سبیل اللہ یا دیت وصول کر کے معاف کر سکتے ہیں۔ اسلام کا یہ قانون انسانی فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اس لیے کہ جب کوئی خود معاف کر دیتا ہے تو اس کے دل سے کدورت بھی نکل جاتی ہے اور اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ جبکہ ریاست کے معاف کر دینے کی صورت میں ورثاء میں انتقام کی آگ مزید بھڑک اٹھتی ہے۔ جس سے وہ خود بدلہ لینے اور جان کے بدلے جان لینے پر تل جاتے ہیں، جس سے قتل و غارت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

آئین کے آرٹیکل 248 کے مطابق صدر یا کسی گورنر کے خلاف اس کے عہدے کی میعاد کے دوران کسی عدالت میں کوئی فوجداری مقدمات نہ قائم کیے جائیں گے اور نہ ہی جاری کیے جائیں گے۔ صدر یا کسی گورنر کے عہدے کی میعاد کے دوران کسی عدالت کی طرف سے اس کی گرفتاری یا قید کے لیے کوئی حکم جاری نہیں ہوگا۔ یہ آرٹیکل صریحاً خلاف اسلام ہے۔ اسلام میں تو سربراہ مملکت یا علاقے کے گورنر کا پہلے احتساب کیا جاتا ہے اور سب کے لیے

قانونی مساوات ہے۔ کسی کو قانون سے بالاتر قرار نہیں دیا جاتا، بلکہ حکمرانوں پر خصوصی نگاہ رکھنے کا حکم ہے۔ پھر یہ کہ اگر آرٹیکل 203B(C) کے تحت فیڈرل شریعت کورٹ کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے گئے کہ وہ عدالتی پروسیجر میں مداخلت نہیں کر سکتی۔ وہ عائلی قوانین جنہیں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر نے متفقہ طور پر غیر اسلامی قرار دیا تھا، انہیں بھی منسوخ نہیں کر سکتی۔ معیشت میں سود کو وہ دس سال ختم نہیں کر سکتی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ دس سال آج اکتالیس سال بعد بھی ختم نہیں ہو سکے۔

عائلی قوانین کے حوالہ سے پاکستان کا مقابلہ اس بھارت سے اگر کیا جائے جس سے اسلام کے نام پر ہم نے علیحدگی اختیار کی تھی تو ہمارے ہاتھ شرمندگی کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔ جن عائلی قوانین کو 1973 کا نام نہاد اسلامی آئین تحفظ دیتا ہے وہ 1962ء میں ایک فوجی طالع آزما نے ایک گمراہ اور منحرف دانشور نما مذہبی لیڈر سے بنوائے تھے۔ یہ عائلی قوانین اسلامی شریعت پر بدنما داغ لگانے کی ایک کوشش تھی۔ یہ مکمل طور پر غیر اسلامی عائلی قوانین باون سال سے پاکستان پر مسلط ہیں۔ اس کے مقابلے میں بھارت میں سپریم کورٹ نے مسلمانوں کے عائلی قوانین کی ایک شق سے چھیڑ چھاڑ کرنے کی کوشش کی تھی جب شاہ بانو کیس میں ایک طلاق یافتہ خاتون کو تمام زندگی نان نفقہ دینے کا حکم دیا گیا تھا، جس پر بھارت کے مسلمانوں نے ایسی زوردار منظم تحریک چلائی کہ وقت کے وزیراعظم راجیو گاندھی کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور پارلیمنٹ میں یہ اعلان کرنا پڑا کہ کسی مجاز عدالت کو یہ حق نہیں کہ وہ مسلمانوں کے عائلی قوانین میں مداخلت کرے۔

جہاں تک آئین کی اس شق کا تعلق ہے جس کے مطابق قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں کی جا سکے گی، تو حکومتوں اور اُن کی اپوزیشن نے کئی بار کھلم کھلا اس شق کی خلاف ورزی کی لیکن ان کا کچھ بگاڑا نہ جا سکا۔ مثلاً تحفظ حقوق نسواں کا بل پارلیمنٹ میں منظور کر کے قانون کی شکل دے دی گئی۔ تمام اسلامی مکاتب فکر نے اسے خلاف اسلام قرار دیا۔ اسلامی جماعتوں نے یہ دھمکی بھی دی کہ اگر یہ بل منظور ہوا تو وہ اسمبلی کی نشستوں سے مستعفی ہو جائیں گے، لیکن یہ دھمکی بھی کارگر ثابت نہ ہو سکی اور قرآن وسنت کی واضح خلاف ورزی کرتے ہوئے قانون سازی کے تمام مراحل طے کر لیے گئے۔ پاکستان کے آئین کے مطابق کوئی پاکستانی مسلمان مرد یا عورت سربراہ مملکت بن سکتا ہے حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے عورت کی سربراہی کی شدید الفاظ میں ممانعت فرمائی ہے۔ اسلام میں عورت اور مرد کے آزادانہ اختلاط کو منع فرمایا گیا ہے۔ عورت کا دائرہ کار امور خانہ داری، بچوں کی نگہداشت اور ان کی تعلیم و تربیت تک محدود ہے اور مرد کو خارجی امور کی انجام دہی کرنا ہوتی ہے، لیکن پاکستان کے آئین میں آگے بڑھ کر قومی اسمبلی میں عورتوں کی خصوصی نشستیں قائم کی گئی ہیں۔ روشن خیالی کے علمبردار پرویز مشرف نے اسمبلی میں عورتوں کی خصوصی نشستوں میں اضافہ کر دیا۔ عورتوں کے لیے خصوصی نشستیں جمہوری اصولوں کے بھی خلاف ہیں اور شاید دنیا میں کسی بھی جگہ عوامی نمائندہ اداروں میں عورتوں کے لیے خصوصی نشستوں کا اہتمام نہیں ہے۔

دوسری طرف اگر آئین کے آرٹیکل 1(1) آرٹیکل 2' آرٹیکل 2(A)' آرٹیکل 31' آرٹیکل 227 وہ آرٹیکلز ہیں، مختصراً جن کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ خالصتاً اسلام کے حوالے سے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ کہ ریاست کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ قرارداد مقاصد اس آئین کا حصہ ہے جس میں اقتدار اعلیٰ کا حقدار صرف اور صرف اللہ رب العزت کو قرار دے کر ریاست نے کلمہ پڑھ رکھا ہے۔ اہل پاکستان کی زندگیوں کو اسلام کے مطابق ڈھالنا اور اس کے لیے عملی جدوجہد کرنا ریاست کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ گویا ہمارا آئین اسلامی اور اسلام دشمن آرٹیکلز سے بھرا ہوا ہے۔ آرٹیکل 228 کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی گئی ہے۔ اس کی سفارشات پر بحث کرنا اور ان کو اسمبلی میں قانون کی شکل دینا پارلیمنٹ کی ذمہ داری ہے، لیکن اس کی سفارشات سے الماریاں بلکہ کمرے بھر چکے ہیں، لیکن کوئی عملی پیش رفت نہیں ہوئی۔ لہٰذا یہ جو کسی مرد مجاہد نے کہا تھا کہ پاکستان کا آئین منافقت کا پلندہ ہے، یہ اگرچہ ہے تو بڑی کڑوی بات لیکن صدفی صد درست ہے۔ اس آئین کو اس حالت میں اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا!

پریس ریلیز 11 اپریل 2014ء — حافظ عاکف سعید

پی پی او ریاست کے شہریوں کو لاپتہ کرنے کی لاقانونیت کو قانونی شکل دینے کا دوسرا نام ہے

تحفظ پاکستان آرڈیننس کو قانون بنا کر سارے پاکستان کو گوانتاناموبے میں تبدیل کیا جا رہا ہے

تحفظ پاکستان آرڈیننس کو قانون بنا کر سارے پاکستان کو گوانتاناموبے میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ یہ کالا قانون اُس ملک میں بنایا جا رہا ہے جو اسلام کے نام پر بنا تھا۔ اسلام تو جذبہ حُریت ومساوات واخوت کو بڑھانے کا درس دیتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اِس قانون کے مطابق اگر کسی شخص پر دہشت گردی کا محض الزام لگ جائے یا دہشت گردوں کا محض معاون ہونے کا شبہ بھی پڑ جائے تو اُسے حراست میں لے لیا جائے گا، نوے (90) روز تک کسی عدالت میں پیش نہیں کیا جائے گا اور بعد ازاں بھی خصوصی عدالت میں پیش کیا جائے گا، ملزم کو اُس کی گرفتاری کی وجہ بتانے کی ضرورت نہیں ہوگی، اُس کو خفیہ جگہ رکھا جائے گا۔ کوئی بھی ادارہ اُس سے تحقیقات کر سکتا ہے۔ تحقیقات کے نتیجہ کو، گواہیوں اور عدالتی فیصلہ کو بھی خفیہ رکھا جائے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ لاپتہ افراد کے مسئلہ نے حکومت کو بہت زچ کیا ہے لہٰذا حکومتی سطح پر فیصلہ کیا گیا ہے کہ لاپتہ کرنے کی لاقانونیت کو قانون کا درجہ دے دیا جائے، تاکہ عدالتوں سے جان چھوٹ سکے اور حکومتی ادارے جس شخص کو چاہیں شک وشبہ کی بنیاد پر گرفتار کر لیں، کسی قسم کی پوچھ گچھ نہ ہو اور شہریوں کو بدترین عذاب سے دوچار کر دیں۔ اُنہوں نے کہا کہ مقبوضہ کشمیر میں نافذ ہونے والا پوٹا اور ٹاڈا قوانین بھی اس قدر خوفناک نہ تھے۔ اس قانون سے آزاد دنیا کے سامنے ہمارا سر شرم سے جھک جائے گا۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

رسول اللہ ﷺ کے انقلابی مشن کا تکمیلی مرحلہ (۲۲)

مہاجر عورتوں سے متعلق تحقیق کی ہدایت

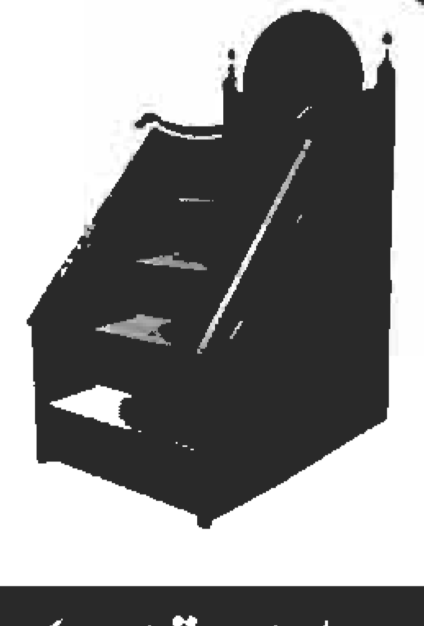

سورۃ الممتحنہ کی آیات 8 تا 10 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کا 28 مارچ 2014ء کا خطاب جمعہ!

مرتب: ابو اکرام

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! ان خطابات جمعہ میں ہم سورۃ الممتحنہ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس کا پہلا رکوع ہم نے مکمل کر لیا تھا۔ پچھلے جمعہ اس کے دوسرے رکوع کی چند آیات میں نے تلاوت کی تھیں، لیکن کچھ تمہیدی باتوں میں ہی وقت نکل گیا، اور باقاعدہ ان آیات کا مطالعہ نہیں کر سکے تھے۔ سورۃ الممتحنہ کے مضامین ایسے ہیں کہ عام طور پر انبیاء و رسل کے حوالے سے ہمارے ذہنوں میں جو تصورات موجود ہیں، وہ اُن سے مطابقت نہیں رکھتے، بلکہ بہت حد تک ان سے مختلف نظر آتے ہیں۔ لہٰذا ان کی وضاحت تفصیل سے کرنی پڑی ہے۔ آج ہم اس کی آیات 8 تا 10 کا مطالعہ کریں گے۔ ان شاء اللہ۔ البتہ اس سے پہلے مجھے ایک دوست کے اس سوال کا جواب دینا ہے جو اُس نے جمعہ کے مقصد کے حوالے سے پوچھا ہے۔

یہ بات اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ ایک حدیث کے حوالے سے بیان ہو چکی ہے کہ جمعہ کا مقصد تذکیر بالقرآن ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جمعہ کے دن نبی اکرم ﷺ دو خطبے دیتے تھے۔ ان کے درمیان میں آپؐ تھوڑی دیر کے لئے بیٹھتے تھے۔ آج بھی حضور ﷺ کی اسی سنت پر عمل ہوتا ہے کہ خطیب دو خطبوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اتنی دیر میں ایک شخص کھڑے کھڑے تھک جاتا ہے تو اسے بیٹھنے کی ضرورت پڑتی ہے، بلکہ یہ نبی ﷺ کا طریقہ ہے، جس کی پیروی کی جاتی ہے۔ جو طریقہ آپؐ نے اختیار فرمایا وہی چلا آ رہا ہے کہ اسی میں رحمت ہے کہ اسی میں نور ہے، اسی میں بے حساب حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ خطبہ میں آپؐ کرتے کیا تھے؟ ''آپؐ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور (اس کے ذریعے) لوگوں کو تذکیر (نصیحت اور یاد دہانی) فرمایا کرتے تھے۔'' آپؐ قرآن کے معلم ہیں۔ قرآن مجید کی وضاحت آپؐ کے ذمے تھی، قرآن مجید ہمیں اس طرح نہیں ملا کہ کوہ صفا پر لکھا ہوا اتار دیا گیا ہو اور پھر کسی فرشتہ نے ندا لگائی ہو کہ اللہ نے اپنی کتاب اتار دی ہے، جاؤ پڑھو، تمہاری عربی زبان میں ہے، تم عربی سمجھتے ہو، اِسے پڑھو اور اس کے مطابق عمل کرو۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات کی الواح عطا ہوئی تھیں قرآن ایسے عطا نہیں ہوا۔ قرآن مجید تو نبی اکرم ﷺ کے قلب مبارک پر اُترا اور آپؐ کی زبان مبارک سے ادا ہوا۔ تب ہی ہمیں پتا چلا کہ یہ وحی الٰہی ہے، یہ اللہ کا پیغام ہے۔ اس کی وضاحت بھی آپؐ کی ذمہ داری تھی اور آپؐ نے یہ ذمہ داری بتمام و کمال پوری فرما دی۔ لہٰذا قرآن حکیم کی وہی تعبیر معتبر ہے جو حضور ﷺ نے فرمائی، جو آپؐ کے ذریعے ہمیں ملی، جو حضور ﷺ کے فرمودات اور آپؐ کی سیرت کی صورت میں کتابوں میں محفوظ ہے۔ اگرچہ ایک زمانے میں کچھ لوگوں نے اپنی طرف سے احادیث گھڑ کر اس میں شامل کرنے اور اسلام کو بگاڑنے کی کوششیں کیں، مگر احادیث کی چھان پھٹک کے لئے جس انداز سے تحقیقی کام کیا گیا، اس کے ہم پلہ دنیا میں اور کوئی ریسرچ ورک نظر نہیں آئے گا۔ اور جیسے قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا، حدیث کی حفاظت بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ اللہ نے کہہ دیا کہ ''جو رسولؐ دیں اُسے لے لو اور جس سے آپؐ منع فرما دیں اُس سے رُک جاؤ۔'' اسی کا نام دین ہے۔ آپؐ کا فرمایا ہوا اللہ کی طرف سے ہوتا ہے ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (۳) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (۴)﴾ (النجم) ''اور آپؐ خواہش نفس سے منہ سے بات نہیں نکالتے ہیں۔ یہ (قرآن) تو اللہ کا حکم ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔'' آپؐ کی ذات گرامی ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ یہ اسوۂ حسنہ ہمیں آپؐ کی احادیث کی کتابوں سے ملے گا، جنہیں صحابہ کرامؓ نے حافظے میں محفوظ کر رکھا تھا۔ بہت سی چیزیں ہیں جن کا مفصل ذکر قرآن نے نہیں کیا، اس لئے کہ تفصیلات بیان کرنے کے لئے ایک اعلیٰ ترین معلم موجود تھے جو الصادق و الامین ہیں، اور جن کی زبان مبارک سے ہمیں قرآن ملا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ قرآن اترا کسی اور پر اور تشریح کسی اور نے کی ہے۔ نہیں، بلکہ ایک ہی ہستی ہیں جن پر قرآن اُترا بھی اور وہی اس کی تفسیر کر رہے ہیں۔ اور یہ مقام خود یہ قرآن آپؐ کو دے رہا ہے۔ چنانچہ نظام جمعہ سے مقصود قرآن کی تعلیم اور یاد دہانی ہے، قرآنی تعلیمات اور موضوعات کی وضاحت ہے، تاکہ اُمت کے سامنے دین کا ایک جامع تصور سامنے آ جائے۔ آپ دین سمجھاتے ہوتے قرآن کو ہٹا دیں گے تو لوگوں کے ذہن میں دین کے حوالے سے اپنے من چاہے خیالات ہی رہ جائیں گے۔ کوئی کہے گا کہ دین تو بس خوش اخلاقی کا نام ہے۔ کوئی کہے گا کہ دین انسانی ہمدردی کا نام ہے۔ کوئی کہے گا یہ تو فقط نماز روزے کا نام ہے۔ حالانکہ یہ ساری بات دین کا حصہ ہونے کے باوجود کل دین نہیں ہیں۔ قرآن پڑھیں گے تو دین سمجھ آئے گا۔ اور اِسی قرآن کی شرح حضور ﷺ کے فرمودات و اقوال اور آپؐ کا مبارک عمل ہے۔ آپ مجسم قرآن ہیں۔ خطبہ جمعہ سے مقصود یہ ہے کہ ایک ہفتہ وار اجتماع ہو جس میں قرآن کے ذریعے دین سمجھایا جائے، جو پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔

زیر مطالعہ سورۃ الممتحنہ حضور ﷺ کے انقلابی مشن کے تکمیلی مرحلے سے متعلق ہے، اور اس میں ہمیں بعض وہ چیزیں ملتی ہیں جو عام حالات میں ہمارے حلق سے اُترتی

نہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ حالانکہ اِن چیزوں کا تعلق آپؐ کے انقلابی مشن سے ہے جس کا ذکر قرآن میں تین جگہ ان الفاظ میں ہوا ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ﴾ ”وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبرؐ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے اور سب دینوں پر غالب کرے۔“ امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں جس نے اس آیت کو نہیں سمجھا، وہ قرآن کو نہیں سمجھ سکتا۔ گویا آپؐ کے مقصد بعثت سے متعلق یہ آیت قرآن کو سمجھنے میں کلید ہے۔ اگر ہم اسے نہ سمجھیں گے تو نہ قرآن سمجھ میں آئے گا اور نہ حضور ﷺ کی ساری جدوجہد سمجھ میں آئے گی۔ بعض مستشرقین نے (معاذ اللہ) یہ جو اعتراض کیا ہے کہ مکے والے محمد (ﷺ) تو نبی اور رسول نظر آتے ہیں جبکہ مدینہ والے نبی نبی کی بجائے سیاستدان اور سپہ سالار دکھائی دیتے ہیں تو اس کی وجہ اُن کی کج فہمی ہے۔ دراصل اُن کے سامنے آپؐ کا انقلابی مشن نہیں ہے۔

آپؐ کے مقصد بعثت سے متعلق متذکرہ الفاظ میں واضح فرمادیا گیا کہ آپؐ کو دو چیزیں دے کر بھیجا گیا ہے۔ ایک الہدیٰ یعنی کامل ہدایت نامہ ہے، جو یہ بتاتی ہے کہ اللہ نے انسان کو دنیا میں ایک مختصر وقت کے لئے بھیجا ہے۔ اسے یہاں تھوڑا سا وقت گزارنا ہے۔ اس کے بعد یہاں سے دوسرے عالم کو منتقل ہو جانا ہے۔ موت انسان کا خاتمہ نہیں بلکہ عالم فنا سے عالم بقا میں منتقلی کا نام ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ تمام انسان دوبارہ کھڑے کیے جائیں گے، اور وہ عالم آخرت ہوگا، جہاں کی زندگی دائمی ہے۔ یہ حصہ جو ہم دنیا میں گزار رہے ہیں، یہ امتحان ہے۔ ﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملک:2) ”اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے کام کرتا ہے۔“ اگر ہم اس امتحانِ زندگانی میں کامیاب ہو گئے تو اصل زندگی میں ہمیں ہمیشہ ہمیش کے لئے اعلیٰ ترین نعمتیں ملیں گی۔ ہمیں وہ سب کچھ عطا ہوگا جو ہمارا دل چاہے گا، جبکہ دنیا کا معاملہ یہ ہے کہ یہاں آدمی اگر بل گیٹس کے درجے کو بھی پہنچ جائے، تب بھی سب کچھ نہیں پا سکتا۔ غالب نے صحیح کہا تھا کہ ۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان، لیکن پھر بھی کم نکلے

دنیا میں ساری خواہشیں، سارے ارمان پورے ہو ہی نہیں سکتے، یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ ہاں اگر ہم اس امتحان زندگانی میں کامیاب ہو گئے تو آخرت میں ہمیں ساری خوشیاں ملیں گی۔ ساری خواہشیں پوری ہوں گی، وہ سب کچھ ملے گا جو ہم چاہیں گے بلکہ اس کے علاوہ وہ کچھ بھی ملے گا جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اور اگر اس امتحان میں ناکام ہو گئے تو انجام بھی بہت خوفناک، حد درجہ ہولناک ہوگا۔ لہٰذا اس امتحان میں کامیابی کے لئے ایک ہمیں ایک گائیڈ بک چاہئے تھی، وہ کامل گائیڈ بک اللہ نے عطا کر دی اور معلم کو بھی مبعوث فرما دیا، تاکہ پیغام الٰہی کی توضیح فرمائیں۔ دوسرے، اللہ نے آپؐ کو دین حق عطا فرمایا، جو عادلانہ نظام حیات ہے۔ یہ دین آج کی زبان میں (politico socio economic system) ہے۔ اس زمین پر رہنے والے انسان کا معاملہ یہ ہے کہ وہ دوسروں پر ظلم کرتا ہے۔ اُسے قوت اور اختیار و اقتدار مل جائے تو فرعون بن جاتا ہے۔ دولت ہاتھ آ جائے تو قارونیت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ سب ظلم کی شکلیں ہیں۔ اللہ چاہتا ہے کہ لوگوں میں عدل و انصاف ہو، لوگوں کو یہاں انصاف ملے، اور وہ ظلم کی چکی میں پستے ہوئے زندگی نہ گزاریں۔ اس کے لئے ایک عادلانہ نظام دیا گیا، تاکہ وہ اس کے تحت لوگ ایک نارمل اور ایک بہتر ماحول میں زندگی گزار سکیں اور اُن کے لئے امتحانی زندگی میں کامیابی کا راستہ ہموار ہو۔

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو الہدیٰ اور دین حق دے کر کیوں بھیجا؟ اس لئے کہ آپؐ دین حق کو، نظام عدل کو پورے نظام زندگی پر غالب کریں۔ یہ رسول ﷺ کا مشن تھا جسے آج مسلمان فراموش کئے بیٹھے ہیں۔ ظاہر ہے، استحصالی نظام کے ساتھ چمٹے ہوئے مراعات یافتہ طبقات جو ساری کھیر خود کھا رہے ہوتے ہیں اور عوام کو محروم رکھتے ہیں، کبھی یہ بات گوارا نہیں کرتے کہ عدل و انصاف والا نظام قائم ہو جائے۔ چنانچہ جب بھی دین حق کے قیام کی کوشش ہوتی ہے وہ ری ایکٹ کرتے ہیں اور نظام عدل کے قیام کے لئے کوشاں لوگوں کو نسیاً منسیاً کر دینا چاہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں اور طبقات کی سرکوبی کے لئے اللہ تعالیٰ نے لوہا نازل کیا۔ چنانچہ جب دین حق نظام عدل کو قائم کرنے کا مرحلہ آیا تو رحمۃ للعالمین ﷺ کو بھی دست مبارک میں تلوار لینی پڑی۔ یہ ہے آپؐ کا انقلابی مشن۔ اگر ہم اِس عظیم الشان مشن کو نہیں سمجھیں گے تو قرآن اور سیرت طیبہ کو سمجھ نہ پائیں گے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمانوں کے لئے اب یہ خونریزی ہی خون ریزی ہے۔ نہیں بلکہ یہ قتال تو حقیقت میں سرجیکل آپریشن ہے۔ جب اللہ کا دین قائم ہو جائے گا تو یہ پوری نوع انسانی کے لئے رحمت ہی رحمت ہوگا، جس کا نقشہ ہمیں دور خلافت راشدہ میں نظر آتا ہے۔ یہ ہیں وہ مضامین جو ہم اِس سورت میں پڑھ رہے ہیں۔ اِس اعتبار سے دیکھا جائے تو قرآن خود گویا سیرت کی کتاب ہے۔

سیرت مطہرہ کا ایک اہم باب فتح مکہ ہے۔ اس میں جنگ کی نوبت ہی نہیں آئی۔ حضور ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر دیا تھا۔ مشرکین تو پہلے ہی سرنڈر کر چکے تھے۔ ان کے سردار ابوسفیان بھی ایمان لا چکے تھے۔ چنانچہ مکہ بغیر کسی خون ریزی کے فتح ہو گیا۔ تاہم قبل ازیں اس کے لئے مسلمانوں کو تیار کر دیا گیا تھا کہ بڑے سے بڑا قدم اٹھانے کے لئے تیار رہنا، اور اپنے رشتہ داروں کے لئے کوئی نرمی تمہارے آڑے نہ آئے۔ کیا عجیب کہ اللہ تمہارے اور اُن لوگوں کے درمیان جن سے تمہاری دشمنی ہے ملاپ کی کوئی شکل پیدا کر دے اور تم میں مودت ہو جائے۔ اس سورت کی پڑھی گئی سات آیات میں یہی بات بتائی گئی ہے

آیت 8 میں فرمایا:

﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (٨)﴾

”جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا۔ اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

پیچھے کہا گیا تھا کہ تمہارا کفار کے ساتھ قلبی تعلق اور محبت کا کوئی رشتہ نہیں ہونا چاہئے وہ اللہ اور اُس کے دین کے دشمن ہیں۔ لہٰذا تم بھی ان سے کسی قسم کی کوئی مودت نہ رکھو۔ اب فرمایا کہ مکہ کے اندر وہ کفار جنہوں نے تمہیں تشدد کا نشانہ بنایا، حضور ﷺ کا راستہ روکا اور مجبور کیا کہ آپؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جائیں، تمہیں گھروں سے نکالا، وہاں تم پر ظلم کے پہاڑ توڑے، ہجرت مدینہ کے بعد بھی وہ کئی دفعہ تم پر چڑھ کر آتے رہے اور انہوں نے تمہارے ساتھ جنگیں کی ہیں، اُن کا معاملہ تو الگ ہے، اُن سے مضبوطی سے ترک موالات پر قائم رہو لیکن دوسری طرف وہ لوگ جو مسلمان تو نہ ہوئے، مگر مسلمانوں سے ضد یا پرخاش بھی نہ رکھی۔ دین کے معاملے میں اُن سے لڑے، نہ اُن کو ستانے اور نکالنے میں ظالموں کے مددگار رہے۔ اس قسم کے کافروں کے ساتھ بھلائی اور خوش خلقی سے پیش آنے سے اللہ تمہیں نہیں روکتا۔ جب وہ نرمی سے پیش آتے ہیں تو انصاف کا تقاضا ہے کہ تم بھی اُن سے اچھا سلوک کرو۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

آگے بات کو مزید کھول دیا کہ:

﴿اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ

﴿ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۹) ﴾

"اللہ انہی لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں اوروں کی مدد کی۔ تو جولوگ ایسوں سے دوستی کریں گے وہی ظالم ہیں۔"

یعنی وہ لوگ جو جنگوں میں بڑھ چڑھ کر آئے ہیں، اور تمہیں مکہ سے نکالنے میں اسی کیمپ کا حصہ بنے ہیں، وہ ہرگز تمہاری دوستی کے قابل نہیں ہیں، اُن سے تمہاری دوستی اور تعلق کسی صورت نہیں ہونا چاہئے۔

یہاں تک کفار کے ساتھ معاملہ کرنے کا ذکر تھا۔ اب آگے یہ بتایا گیا ہے کہ اُن عورتوں کے ساتھ تمہارا کیا معاملہ ہونا چاہئے جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئیں، یا وہیں رہیں۔ فرمایا:

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُھٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْھُنَّ ۭ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِھِنَّ ۚ ﴾

"مومنو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں وطن چھوڑ کر آئیں تو ان کی آزمائش کرلو (اور) اللہ تو ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔"

صلح حدیبیہ کی ایک شق یہ تھی کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص مکہ سے بھاگ کر مدینہ حضور ﷺ کے دامن رحمت میں آئے گا، تو آپ اسے واپس کے بھیج دیں گے۔ دوسری طرف اگر کوئی مسلمان مدینہ چھوڑ کر مکہ آ گیا تو اہل مکہ اس کو واپس کرنے کے پابند نہیں ہوں گے۔ اس دفعہ کو مسلمانوں نے مردوں کی حد تک قبول کرلیا۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ کئی لوگ مکہ سے مدینہ گئے تو نبی ﷺ نے ان کو واپس بھجوادیا، لیکن اسی دوران ایک خاتون ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط جو مسلمان تھیں، مکہ سے نکل کر مدینہ آ گئیں۔ پیچھے پیچھے ان کے دو بھائی بھی جو ابھی کافر تھے ان کو لینے آ گئے، اور حضور ﷺ سے عرض کی کہ یہ خاتون مکہ سے مدینہ میں آئی ہیں۔ آپ معاہدے کے تحت ان کو واپس بھیجئے۔ حضور ﷺ نے یہ مطالبہ اس دلیل کی بنا پر مسترد کر دیا کہ معاہدہ میں واپسی کی شرط مردوں کے لئے تھی۔ صحیح بخاری میں معاہدہ کے الفاظ ہیں: **"علی ان لایاتیک منا رجل وان کان علی دینک الارددتہ الینا"** "یعنی یہ بات بھی طے کی جاتی ہے کہ اگر ہمارا (اہل مکہ میں سے) کوئی شخص خواہ وہ آپ کے دین پر کیوں نہ ہو، آپ کے پاس (مدینہ) آئے گا تو آپ اُسے لازماً واپس لوٹائیں گے۔" یہاں پر لفظ "رجل" ہے، جس کے معنی مرد کے ہیں۔ چنانچہ آنحضور ﷺ نے اس لفظ کا فائدہ اٹھایا اور فرمایا کہ **کان شرط فی رجال دون النساء** یعنی معاہدے میں شرط مردوں کی تھی عورتوں کی نہیں تھی۔ خواتین کا اس میں تذکرہ نہیں ہے۔ انہوں نے بھی اصرار نہیں کیا، اس لئے کہ اتنی بات وہ بھی سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد مدینہ سے خواتین نے آنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلے میں یہ آیت نازل فرمائی اور یہ بات واضح کی کہ جو خواتین مکے سے ہجرت کر کے مدینہ آئیں ان کو کفار کی طرف واپس کرنا تو تمہاری ذمہ داری نہیں، کیونکہ صلح حدیبیہ میں مکہ سے آنے والوں کو واپس کرنے کی شرط کا اطلاق عورتوں پر نہیں ہوتا، لیکن یہ احتیاط ضروری ہے کہ ان کے کفر و ایمان کی تحقیق کئے بغیر انہیں یوں ہی اپنے گھروں میں نہ ڈال لو۔ انہیں ایسے ہی قبول نہ کرلیا کرو، ذرا جانچ پرکھ لیا کرو۔ اللہ کو تو معلوم ہے کہ اُن کے دل میں ایمان ہے یا کچھ اور ہے۔ تم بھی تحقیق کرلیا کرو کہ فی الواقع ان کی ہجرت اسلام کے لئے ہے یا کوئی اور غرض اُن کی نقل مکانی کا سبب ہے۔ وہ کہیں جاسوس بن کر یا کسی اور جذبے سے تو نہیں آئیں۔ اس امتحان و تحقیق کی نوعیت حضرت ابن عباس ؓ کی ایک روایت سے واضح ہوتی ہے جو اس طرح نقل ہوئی ہے: "ابن عباس ؓ سے سوال کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ عورتوں کی تحقیق کس طرح فرماتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ قسم لیتے تھے کہ خدا کی قسم وہ شوہر سے بیزار ہو کر نہیں نکلی ہیں، خدا کی قسم محض جگہ کی تبدیلی کے شوق میں نہیں نکلی ہیں، خدا کی قسم کوئی اور دنیوی غرض بھی اس نکلنے کا محرک نہیں ہوئی ہے، خدا کی قسم وہ محض اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں نکلی ہیں۔"

﴿ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْھُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْھُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ ۭ لَا ھُنَّ حِلٌّ لَّھُمْ وَلَا ھُمْ یَحِلُّوْنَ لَھُنَّ ۭ ﴾

"سو اگر تم کو معلوم ہو کہ مومن ہیں تو ان کو کفار کے پاس واپس نہ بھیجو۔ کہ نہ یہ ان کو حلال ہیں اور نہ وہ ان کو جائز۔"

اگر تمہیں اندازہ ہو کہ کوئی اور مسئلہ ہے تو پھر انہیں واپس لوٹا دو، البتہ اگر میسر ذرائع سے تحقیق سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ ایک عورت واقعی مومنہ ہے اور اُس نے ہجرت صرف دین کے لئے، اپنا ایمان بچانے کے لئے کی ہے تو اب اُسے لوٹایا نہ جائے گا۔ اس لئے کہ نہ تو وہ کفار کے لئے جائز ہے اور نہ کفار ہی اُس کے لئے جائز ہیں، بلکہ دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے حرام ہیں۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ اگر میاں بیوی میں سے ایک ایمان لے آیا، تو اب ان کا رشتہ نکاح ٹوٹ گیا۔ ایک مومن خاتون کا مشرک مرد کے ساتھ رشتہ باقی نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا مومنہ خواتین جن کے پرانے شوہر کافر تھے، اب یہ ان کے لئے حلال نہیں ہیں۔ اور نہ وہ کافران عورتوں کے لئے حلال رہیں۔

﴿ وَاٰتُوْھُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ ﴾

"اور جو کچھ انہوں نے (ان پر) خرچ کیا ہو وہ ان کو دے دو۔"

یعنی اگر کوئی مکہ سے آنے والی مومنہ خاتون روکی گئی ہے جو پہلے کسی کافر کی زوجیت میں تھی تو مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ اُس کے شوہر نے جو مہر اُس کو ادا کیا تھا، اُسے شوہر کو ادا کردیں۔

﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنْکِحُوْھُنَّ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ ۭ ﴾

"اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کرلو۔"

یعنی ان مراحل کے طے کرنے کے بعد ایک مسلمان مہاجرہ خواتین سے نکاح کرنا چاہے تو بے تکلف کر سکتا ہے، بشرطیکہ مہر ادا کرے۔

﴿ وَلَا تُمْسِکُوْا بِعِصَمِ الْکَوَافِرِ وَسْــَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْیَسْــَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ﴾

"اور کافروں کی ناموس کو قبضے میں نہ رکھو، (یعنی کفار کو واپس دے دو) اور جو کچھ تم نے ان پر خرچ کیا ہو تم ان سے طلب کرلو، اور جو کچھ انہوں نے (اپنی عورتوں پر) خرچ کیا وہ تم سے طلب کرلیں۔"

مسلمانوں کو ایک اور ہدایت یہ فرمائی کہ اگر تمہاری بیویوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور شرک پر قائم ہیں تو تم انہیں اپنے عقد نکاح میں نہیں رکھ سکتے۔ اگر وہ مسلمان نہیں ہو رہی ہیں تو تم ان کی عصمتوں پر قابض ہو کر مت بیٹھو بلکہ انہیں طلاق دو۔ اس لئے کہ اب تمہارا ان سے کوئی رشتہ نہیں رہا۔ ہاں ایسی مشرکہ عورت کو جب تم فارغ کرو گے، تو تم نے اُسے جو مہر دیا تھا وہ تم ان سے مانگ سکتے ہو۔ اسی خاتون سے کہا جائے کہ مہر واپس کرے، یا اس کے جو رشتہ دار جو اُس کی واپسی چاہتے ہیں، اُن سے یہ تقاضا کیا جائے۔ اسی طرح کفار نے جو مہر اپنی بیویوں کو دیئے تھے، جو مسلمان ہوگئیں، اُن کے مہر مسلمان کفار کو واپس کریں۔ آیت کے آخر میں واضح فرمادیا کہ

﴿ ذٰلِکُمْ حُکْمُ اللّٰہِ ۭ یَحْکُمُ بَیْنَکُمْ ۭ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ (۱۰) ﴾

"یہ اللہ کا حکم ہے جو تم میں فیصلہ کئے دیتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کو سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ایک سویرا ہوتا ہے......!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پاکستان 9/11 کے بعد سے پلاسٹک سرجنوں کی زد میں ہے۔ گزشتہ دنوں بالخصوص اندرونی و بیرونی ماہرین پلاسٹک سرجری کی خصوصی یلغار رہی۔ تفصیل اس اجمال کی دیکھنے کے لیے مائیکل جیکسن کے چہرے کی تیس پلاسٹک سرجریوں کی کہانی ذرا پڑھ لیں تو بات واضح ہو جائے گی۔ وہ گلوکار جو سیاہ فام مرد پیدا ہوا تھا مرنے تک ایک سفید فام عورت دکھائی دینے لگا تھا۔ کئی مرتبہ ناک بدلوائی۔ پھر سانس کی آمدورفت کے راستے بحال کرنے کو ہنگامی سرجری کرنی پڑی کیونکہ ناک کی ہڈی ڈھے گئی تھی۔ ایک مختصر سے چہرے (لگ بھگ پون مربع فٹ) کا سب ہی کچھ بدل ڈالا گیا۔ سو یہی کھیل پاکستان کا چہرہ بدلنے کو جاری وساری ہے۔ وہ ملک جو لا الٰہ الا اللہ اور دو قومی نظریے کا چہرہ لیے اقوام عالم میں طلوع ہوا تھا، اب مغربی، بھارتی ثقافت بھی اسے دیکھ کر حیا سے منہ چھپا لیتی ہے۔ پرویز مشرف کی روشن خیالی کی چکا چوند والے آپریشن تھیٹر میں اس کی پوری ساخت بدل گئی۔ اس میں مغرب نے بھرپور سرمایہ کاری کی۔ بالخصوص میڈیا، قلم کاروں، دانشوروں (نام نہاد)، شعبۂ تعلیم کے ذریعے نیا چہرہ پینٹ ہوا۔۔۔ اور اصغر سودائی کے پاکستان کی پکار کا گلا گھونٹ دیا گیا۔

قرآن سے ہے اس کی بنا
ایمان سے ہے نشوونما
پاکستان ہے ملک خدا
پوچھے اگر دنیا تو بتا
پاکستان کا مطلب کیا؟
لا الٰہ الا اللہ

یہ ایک سودائی کی پکار تھی۔ اب پاکستان وہ ہے جس کا وفاقی وزیر برائے بین الصوبائی رابطہ امور فرماتا ہے ''ناچ گانے پر پابندی لگائی تو معاشرہ گھٹ کر مرجائے گا۔'' یہاں بھی ساخت بدلتے بدلتے سانس کی آمد و رفت دشوار ہوگئی جسے یہ ناچ ناچ کر بحال کرتے ہیں۔

مقامی قلم کاروں کی آواز میں آواز ملانے اقوام متحدہ کے خصوصی ایلچی برائے تعلیم اور سابق برطانوی وزیراعظم گورڈن براؤن آن پہنچے۔۔۔ 'تری آواز لندن اور واشنگٹن' کہتے ہوئے۔۔۔ اپنے مقامی گماشتوں کی پیٹھ ٹھونکتے، ستر چھیدوں والی اس چھلنی سے آواز آئی۔ ''ہم پاکستان کو کم عمری کی شادی سے پاک علاقہ بنائیں گے''۔ جناب پہلے آپ اپنے گھر کی اور مغربی ممالک کی خبر لیجیے۔ کم عمری میں بچے پیدا کرتی بے نکاحی لڑکیوں کی فکر کیجیے۔ نکاح کے جھنجٹ سے ہی آزاد ہو جانے والے ہمیں عمر کی حدود و قیود نہ بتائیں۔ بے راہ رو، آوارہ، بدکار معاشروں کی فکری آلودگی کے بیج یہاں نہ بوئیں۔ گورڈن براؤن کے بیان کے ساتھ ہی ان کے معاشرے کی تصویر بھی چھپی ہے۔ دو عدد (معروف شخصیات) دو لہے (دلہن عنقا) 'نکاح' پڑھوانے بیٹھے ہیں، جس پر برطانوی وزیراعظم نے اظہار اطمینان فرمایا ہے! ملعون و مردود تہذیبوں کو بحرِ مردار سے کھود نکالنے اور روم و یونان کی اڑھائی ہزار سال پرانی بت پرست (Pagan) جہالتوں کو فخریہ اپنانے کی قدامت پرستی انہی کو مبارک ہو۔ ہماری کوثر و تسنیم سے دھلی تہذیب، حیا، غیرت، پاکیزگی سے عبارت ہے۔ وہ اپنی نسلوں کو باپ کا نام بتانے کے قابل بنانے کی فکر فرمائیں۔ مٹھی بھر قلم کاروں اور سطح آب پر (rootless) تیرنے والی اس فکری کائی کو پاکستان کے عوام کی آواز سمجھنے سے بڑی غلطی کوئی نہ ہو گی۔ ان کا پیسہ بند ہوا تو منقار زیر پر ہو جائیں گے۔ جیسے ANP کے مرکزی رہنما فرید طوفان صاحب ڈالر بند ہونے اور کرسی چھن جانے پر اب فرما رہے ہیں: ''غیروں کی جنگ سے نکلنا ہوگا''!

ہمیں اس جنگ میں تباہ کرنے والوں کو برما اور جمہوریہ وسطی افریقہ میں مسلمانوں کے تکے بوٹیاں اڑانے والوں میں کوئی دہشت گرد نظر نہ آیا؟ ان علاقوں کو ظلم سے پاک کرنے کے عزم کا اظہار عالمی ٹھیکہ داروں نے کبھی نہ کیا۔ نہ کوئی اقتصادی پابندیاں لگائی گئیں، نہ ان کے اکاؤنٹ سر بمہر ہوئے۔ روہنگیا مسلمانوں سے حق شہریت اور حق زندگی چھیننے پر بدھوں کو دہشت گرد نہ گردانا گیا۔ دجالی جنگ کا دجل وفریب اب بالکل کھل چکا۔

دنیا پر مبنی بر استحصال وظلم مسلط اس نظام کا تریاق صرف اسلام میں ہے۔ جس کا راستہ روکنے کے لیے ہر خطے میں جنگیں چھیڑی جا چکیں۔ سیاسی، معاشی، معاشرتی مکرو فریب تو ہم بھگت ہی رہے ہیں۔ اب ذرا سائنسی بددیانتی کی طرف بھی دیکھیے۔ اقوام متحدہ کی نئی رپورٹ عالمی حدت میں اضافے کے اثرات سے آگاہ کر رہی ہے۔ زمین کے درجہ حرارت میں اضافے کا باعث بننے کے عوامل پر قابو نہ پایا گیا تو خطرات قابو سے باہر ہو جائیں گے۔ ان عوامل میں حقیر چھوٹے چھوٹے عوامل تو سب گنے جائیں گے لیکن پوری دنیا میں بارود اور آتش و آہن کی بارش برساتی ان کی مسلط کردہ جنگوں کا تذکرہ کہیں نہ آئے گا۔ اوزون کی تہ کالا لفافہ اور سپرے سے تو بگڑ جائے گی مگر ماحولیاتی آلودگی میں عراق و افغانستان میں استعمال کردہ ڈیپلیٹڈ یورینیم کا تذکرہ بھولے سے بھی نہ آئے گا۔ دوران تعلیم ایک مضمون ماحولیاتی آلودگی کا پڑھا تھا پوسٹ گریجوایٹ سطح پر۔۔۔ یاد ش بخیر اس وقت بھی اور آج بھی اس آلودگی میں نہ ہیروشیما و ناگا ساکی نے زمین کے درجہ حرارت کو اُف کہا۔۔۔ نہ ہی اوزون تہ کے ماتھے پر شکن آئی۔

موجودہ سائنس اور تحقیقات بھی عالمی سیاست، کارپوریٹ مفادات، فارماسیوٹیکل صنعت کی ضروریات کے تابع ہے۔ جھوٹ، فریب، دجل، مکر زندگی کے ہر دائرے میں گلوبل ولیج کے چودھریوں کا چلن ہے۔ یونیورسٹیاں، سیمینار، تعلیمی سرگرمیوں کے غلغلے، سکالرشپ، یوتھ ایکس چینج پروگرام، اساتذہ کے تربیتی دورے، صحافتی تربیت، ثقافتی کثافت، کھیل سب پلاسٹک سرجری کے ہی سامان ہیں۔ پاکستان کو مائیکل جیکسن بنا ڈالا۔ پاکستان کے نام پر قربانیاں دینے والے جی اٹھیں تو یہ نیا چہرہ دیکھ کر اسی لمحے مارے شاک کے پھر فوت ہو جائیں کہ یہ وہ خطہ ہے کہ میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے! اب ساری ٹھنڈی ہوائیں دجال کے لیے وقف ہیں۔ میر عرب کے چاہنے والوں کے لیے حراستی مراکز اور عقوبت خانے ہیں۔ اس حکومت نے تمام تر بلند بانگ دعوؤں کے باوجود کرسی پر بیٹھ کر تحفظ پاکستان کے نام پر PPO انسانی حقوق کا قاتل کالا قانون تمام اپوزیشن اور ایک حکومت میں شامل جماعت کی مخالفت و احتجاج

کے باوجود منظور کروا دیا۔ آئین کے بجائے ایجنسیوں کی بالا دستی! لاپتگی کے گھناؤنے جرم کو قانون کا پاجامہ پہنا دیا۔ یہ پاکستان کے تحفظ کا نہیں، دجال کے لشکریوں کے لیے لامحدود اختیارات اور ہر اختلافی آواز کو کچلنے کا سامان ہے۔ امریکی ایماء پر نہ صرف لاہور میں امریکی قونصلیٹ کا فوجی قلعہ تعمیر کرنے اور مٹھی بھر اہلکاروں کے لیے مزید 100 میرینز کی تعیناتی کی بھی منظوری دے دی ہے بلکہ ان کے دیے گئے ایجنڈے کے مطابق پنجاب میں 174 آبادیاں اب حکومت کے نشانے پر ہیں۔ قبائل میں آپریشنوں سے بے گھر ہو کر پٹھان کراچی اور پنجاب پہنچے۔۔۔ جہاں کہیں جا کر آباد ہوئے انہیں نشانے پر رکھ لیا۔ کے پی سے اسلام آباد آمد پر معزز پشتونوں کی ناکوں پر درگت بنائی جاتی ہے۔ ٹوپی، نماز، داڑھی، لباس انہیں دہشت گرد قرار دینے کو کافی ہے۔ باشریعت یہ آبادیاں جہاں بھی ہوں ہدف پر ہیں۔ ان سے ملنے کے لیے آنے والے رشتہ دار بھی چونکہ انہی حلیوں کے ہوں گے لہٰذا۔۔۔ 'یہ دہشت گردوں کو ٹھہراتے ہیں' کا مفروضہ پنجاب میں آپریشن کے لیے کافی ہے۔

دوسری جانب وہ شاہی ملزم جو کراچی تا خیبر مسلمانوں کے خون کا ذمہ دار ہے، ملک وملت، انسانیت، آئین، قانون کا مجرم۔ اپنی کتاب میں فخریہ اقرار جرائم کر رکھا ہے۔ یہ فہرست اتنی طویل ہے کہ قلم ہانپ جائے۔ اس کی قانون سے آنکھ مچولی اور مضحکہ خیز ڈراموں پر مفلوک الحال، مقروض ملک کے خزانوں سے غریب عوام کا پیسہ لٹایا جائے؟ قومی اداروں کی اس پورے عمل کی پشت پناہی ان کی ساکھ بھی لے ڈوبی! دوسری جانب شک اور مفروضوں کی بنیاد پر عقوبت خانے نیم مردہ نوجوانوں سے بھرے پڑے ہیں۔ یہاں مستعد ہوائی، بری ایمبولینسوں کے بیڑے ایک ہٹے کٹے مجرم کی خدمت پر مامور۔ وہاں تاسف ملک جیسے دوا اور علاج کو ترستے، سسکتے ہیں۔ اکا دکا جو عدالتوں میں سنے جاتے ہیں وہ تو دیگ کا صرف ایک دانہ ہے۔ جو ظلم بویا ہے اس کا لاوا پھٹ پڑا تو سب کچھ بہالے جائے گا۔ تاہم۔۔۔

درد کی آخری حد پہ بھی یہ دل کو سہارا ہوتا ہے
ہر اک کالی رات کے پیچھے ایک سویرا ہوتا ہے

☆☆☆

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

بددیانتی اور تعصب کی انتہا

اوریا مقبول جان

دنیا کے کسی ملک کے سائنس دان، فلسفی، دانشور، سیاست دان حتیٰ کہ طالب علم سے بھی اگر آپ سوال کریں کہ موجودہ سائنسی اور عمرانی علوم کا آغاز کہاں سے ہوا تھا تو کسی جھجک اور وقت ضائع کیے بغیر وہ صرف ایک ہی نام لے گا...... یونان۔ اگر وہ یونان اور اس کے شہر ایتھنز کو نہیں جانتا تو پھر بھی اس کی یادداشت میں سقراط، افلاطون، ارسطو اور بقراط جیسے نام ضرور موجود ہوں گے۔ سائنس اور تاریخ کی کتابوں میں اگر کسی نے مفکرین اور سائنس دانوں کے حالات پڑھے ہوں تو وہ ایک دم یونان سے چھلانگ لگا کر سولہویں صدی کے یورپ میں آ نکلے گا اور موجودہ دور تک کی سائنسی اور عمرانی علوم کی ترقی کے معماروں کے نام گننے لگے گا۔ گیلیلیو سے کوپرنیکس اور نیوٹن سے آئن سٹائن تک اسے سب لوگوں کے نام ازبر ہوں گے۔ یوں لگتا ہے کہ دنیا کی پانچ ہزار سالہ تاریخ میں سائنس اور علم صرف یورپ میں تھا، باقی دنیا جس میں چین، مصر، عراق، ایران اور ہندوستان کی عظیم تہذیبیں شامل ہیں، سب کی سب جہالت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ان کے ہاں ماضی میں کوئی علمی روایت تھی نہ آج ہے، جو کچھ تھا وہ صرف اور صرف یورپ میں تھا اور آج بھی وہیں ہے۔ یہ تاثر خود بخود قائم نہیں ہوا بلکہ باقی پوری دنیا کو ازل سے جاہل اور تہذیب سے عاری ثابت کرنے کے لئے یورپ نے ایک اجتماعی کوشش کی، تاکہ دنیا کے سامنے یہ نظریہ حقیقت بنا کر پیش کیا جائے کہ صدیوں پہلے بھی یورپ عظیم اور علم و ہنر سے مالا مال تھا اور آج بھی وہی پوری دنیا کا ہر میدان میں قائد ہے۔

یورپ کو بالا دست اور عظیم تر ثابت کرنے کا کھیل جس طرح کھیلا گیا اس کا اندازہ عالمی نقشے کی ترتیب الٹنے سے لگایا جا سکتا ہے۔ دنیا کے نقشے میں یہ دکھانا مقصود تھا کہ یورپ چونکہ غالب ہے، اسے اوپر ہونا چاہئے۔ چنانچہ دنیا کے نقشے کو شمال کی سمت کو اوپر رکھ کر ترتیب دیا گیا، تاکہ پورا یورپ بلند اور برتر جبکہ مشرق اور دیگر ممالک پست نظر آئیں۔ اس سے پہلے دنیا کے مروجہ نقشے جو مسلمانوں نے بنائے اور جن کا اقتدار ہسپانیہ سے ملائیشیا تک تھا، وہ جنوب کو اوپر کی سمت رکھ کر بنائے گئے تھے۔ یہی نہیں بلکہ نقشہ سازی میں یورپ کا حجم بڑا دکھانے کے لئے جن Cylindrical projections کو رائج الوقت ''مرکیٹر (Mercator) نقشہ سازی'' میں استعمال کیا گیا اس سے یورپ جو ایک نسبتاً چھوٹا علاقہ ہے، اس کا حجم افریقہ سے بھی بڑا نظر آتا ہے۔ آج آپ دنیا کے کسی ملک میں چلے جائیں، کوئی اٹلس کھول لیں، یا بچوں کے جغرافیے کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں، نقشے میں کرۂ ارض کو شمال کی جانب اوپر دکھایا گیا ہے جس سے یورپ تمام اقوام پر بالا نظر آتا ہے، ایسے نقشے انسانی تاریخ میں اس سے پہلے نہیں تھے۔ اس کا ذہن پر یہ اثر پڑتا ہے کہ ایک بچہ آغاز ہی سے اپنے آپ کو انتہائی پست ترین جگہوں کا مکین سمجھتا ہے اور یورپ کے باسیوں کو بلند و بالا۔

معاشرتی تاریخ مرتب کرنے میں بددیانتی کی گئی۔ چین، عراق، ایران، مصر اور ہندوستان کی تہذیبوں کا حصہ کم کر کے پیش کیا گیا اور پھر انہیں انتہائی پسماندہ ظاہر کیا گیا۔ چلیے، معاشرتی تاریخ کی بددیانتی تو تاریخ میں تعصب کے نام پر معاف کر دی جائے لیکن اس ''عظیم'' بددیانتی کا کیا کیا جائے جو سائنس کی تاریخ لکھتے اور سائنسی ایجادات اور سائنسی علوم کا ذکر کرتے ہوئے کی گئی کہ سب کچھ یونان کے کھاتے میں ڈال دیا گیا۔ یورپ میں لکھی گئی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں ہر مضمون کی تاریخ کے آپ کو دو دور نظر آئیں گے۔ یونانی (Hellenist) دور اور احیائے علوم کی تحریک کے بعد کا دور۔ ان کتابوں کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ پہلے دور میں یونان کے سوا باقی پوری دنیا جاہل ان پڑھ اور گنوار تھی، پھر یونان اور تحریک احیائے علوم کے بعد والے یورپ کے درمیان جو صدیوں کا فاصلہ ہے اس میں انسان نے کوئی ترقی نہیں کی۔ درمیان کی صدیوں میں سے چھٹی صدی عیسوی (529ء) میں روم کے عظیم بادشاہ جسٹنین (justinion) نے اسکندریہ میں تاریخ کی سب سے بڑی لائبریری کو آگ لگا دی تھی۔ اس لائبریری میں پانچ

لاکھ کتب تھیں جنہیں مصریوں نے پیپرس نامی درخت کی چھال پر لکھ کر محفوظ بنایا تھا۔ اس وقت مصر سے اس چھال کی برآمد بند کر دی گئی تھی۔ جب پوری دنیا میں علوم وفنون ترقی کر رہے تھے، اس دور میں یورپ میں سب سے بڑا ماہر ریاضی، اور یلیک کا گربرٹ، تھا جس نے ریاضی پر ایک بہت ضخیم کتاب لکھی جو آج کل بچوں کی Abex یعنی کھلونا سمجھی جاتی ہے جبکہ یہی وہ دور تھا جب پورے یورپ سے عیسائی قرطبہ اور بغداد میں پڑھنے اور علم سیکھنے کے لئے اس طرح جاتے تھے جیسے آج کل دنیا بھر سے لوگ آکسفورڈ اور کیمبرج جاتے ہیں۔ اس زمانے میں کوئی یونان یا روم نہیں جاتا تھا۔ نویں صدی میں مسلمانوں کا دارالحکومت بغداد بہت بڑا شہر تھا اور پوری مسلم دنیا میں اتنے کتب خانے تھے کہ کتابوں کی ترسیل کے لئے چین سے کاغذ کی صنعت کو درآمد کیا گیا تھا۔ عربوں کے ہاں یہ علم رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث پر عمل کرنے سے آیا کہ ’’حکمت مومن کا گمشدہ مال ہے۔ جہاں بھی پائے (لے لے کہ) وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔‘‘ بغداد، قرطبہ میں تراجم ایران، مصر، ہندوستان اور سپین میں علمی مراکز قائم کیے گئے اور مختلف علوم وفنون پر اعلیٰ پائے کی کتب تصنیف کی گئیں لیکن آج یورپ میں لکھی گئی تاریخ اس پورے علمی سرمائے کو یونان کے کھاتے میں ڈال دیتی ہے۔

یونان کو ان تمام علوم کا ماخذ صلیبی جنگوں کے بعد ایک خاص مقصد کے لئے بنایا گیا۔ یہ علم صلیبی جنگوں کے بعد سپین کے شہر طلیطلہ (Toledo) میں قائم لائبریری کے ذریعے عیسائیوں کے ہاتھ آیا۔ 1085ء میں اس پر قابو پایا گیا اور پھر اسکندریہ کی لائبریری کی طرح اس کو جلایا نہیں گیا بلکہ اس کے تراجم شروع کیے گئے۔ ترجمے کا یہ عمل 1125ء میں شروع ہوا جس سے یورپ میں تحریک احیائے علوم کا آغاز ہوا اور وہاں جہالت کا خاتمہ ہوا۔ ظلم یہ ہوا کہ ان تمام کتب میں علم کے جتنے بھی ماخذ تھے وہ دنیا بھر کے ممالک سے لئے گئے تھے لیکن ترجمہ کرتے ہوئے انہیں یونانی قرار دیا گیا۔ ریاضی میں یونانیوں کے جمع تفریق اور ضرب تقسیم کے لئے رومن ہندسے تھے جیسے lvxm وغیرہ جبکہ موجودہ آسان ریاضی ہندوستان سے آئی تھی۔ یہ بددیانتی پہلے بھی کی گئی، جب سکندر نے ایران پر حملہ کیا تو دارا کے کتب خانے کی تمام کتابوں کا یونانی میں ترجمہ کرایا اور اصل کتب کو جلا دیا۔ یونان کی اس وقت حالت یہ تھی کہ وہاں کوئی کتب خانہ موجود نہ تھا۔ ارسطو پہلا شخص تھا جس کا اپنا کتب خانہ تھا اور وہ بھی یونان سے اس لئے فرار ہو گیا کہ اسے ڈر تھا کہ اسے سائنس کی کتابیں رکھنے کے جرم میں سزائے موت دے دی جائے گی۔ اسکندریہ کا کتب خانہ جس میں پانچ لاکھ کتب تھیں، اسے سارے مورخین یونان کی تحریریں کہتے ہیں جبکہ یونان کی آبادی چند ہزار تھی اور وہاں نہ کتاب لکھنے کا کوئی رواج تھا اور نہ ہی سائنس پڑھنے پڑھانے کی کوئی روایت۔

ایک بددیانتی اور کی گئی کہ مسلمان سائنس دانوں کے اصل ناموں کو توڑ مروڑ کر رومن زبان میں بدل دیا گیا جیسے ریاضی کے جد امجد، الخوارزمی کو Algoritmas کیا گیا اور طب کے بانی بوعلی سینا کو Avicenna تاکہ آنے والی نسلوں کو احساس تک نہ ہو کہ یہ لوگ یورپی نہیں تھے۔ کوپرنیکس جسے جدید فزکس کا بانی کہا جاتا ہے وہ ایک عام سا پادری تھا۔ اسے سائنس کی الف ب بھی نہیں آتی تھی۔ اس نے نصیر الدین طوسی کی کتابوں کا ترجمہ اپنے نام سے چھاپا اور سائنس کا موجد بن گیا۔ اس بددیانتی کا آغاز باقاعدہ چرچ کی سربراہی میں ہوا اور چرچ کے مورخ Orosius نے ایک کتاب تحریر کی جس کا نام تھا History Against Pagans۔ اس کتاب میں اس نے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ دنیا کو علم سے روشناس یونانیوں نے کیا، اس سے پہلے دنیا تاریک اور جہالت سے بھری ہوئی تھی اور اس کے بعد کی چھ صدیوں میں مسلمانوں نے صرف یونانیوں کے علم کو محفوظ کیا۔ اس تاریخی بددیانتی کی انتہا موجودہ دور کے مؤرخ ول ڈیورانٹ کی کتاب Story of Civilization ہے جس کی گیارہ جلدیں ہیں، ان میں صرف ایک جلد Our Eastern Heritage یعنی ہمارا مشرقی ورثہ ہے۔ گزشتہ پانچ سو سالوں کا یہی تعصب ہے کہ مشرق میں رہنے والا ہر فرد یہ سمجھتا ہے کہ علم صرف یورپ میں پیدا ہوا، جوان ہوا اور اپنی بلندیوں پر پہنچا جبکہ ہم لوگ جاہل، ان پڑھ اور اجڈ تھے۔

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ واہ کینٹ میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم BE کمپیوٹر سائنس کے لئے دینی مزاج کے حامل، اعلیٰ تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-5369827

☆ جھنگ صدر میں مقیم ایک پٹھان (پنجابی) فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 26 سال، تعلیم ایف اے، قد 5.9 انچ، قرآن اکیڈمی جھنگ میں ملازم کے لئے ہم پلہ دیندار گھرانے کی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں ہے۔ برائے رابطہ: 0345-7616122,0306-6062227

☆ بیٹا عمر 30 سال، ایم اے اسلامیات جاری، برسر روزگار رفیق تنظیم اسلامی کے لئے نیک گھریلو پڑھی لکھی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ہندوانہ رسم ورواج سے مجتنب اور نکاح مسنونہ کے خواہشمند حضرات رابطہ کریں۔ تنظیم اسلامی سے منسلک فیملیز کو ترجیح دی جائے گی۔ برائے رابطہ: 0308-4108163 0323-4412993

☆ گجرات میں مقیم سرکاری ملازم، اچھی تنخواہ، ذاتی رہائش، عمر 48 سال، پابند صوم وصلوٰۃ کو عقد ثانی کے لئے (پہلی بیوی سے بوجوہ علیحدگی ہو چکی ہے) کے لئے دینی مزاج کی معمولی پڑھی لکھی طلاق یافتہ/ بیوہ/ غیر شادی شدہ خاتون (جس کی عمر 30 تا 45 سال کے درمیان ہو) کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں ہے۔ برائے رابطہ: 0345-5865957 (بعد نماز مغرب تا قبل نماز عشاء)

☆ کراچی میں رہائش پذیر اردو اسپیکنگ رفیق تنظیم کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم گریجویٹ کراچی یونیورسٹی، قد 5.3، کے لئے دینی مزاج کی حامل کراچی ہی کے رہائشی، برسر روزگار پڑھے لکھے لڑکے (عمر 30 سال تک ہو) کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0315-8225106 0332-3255790

دُعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم کورنگی غربی کے نقیب محمد انیس کے سسر کا انتقال ہو گیا ہے۔

☆ تنظیم اسلامی سمن آباد لاہور کے رفیق نومسلم گلزار احمد کی اہلیہ انتقال کر گئیں۔

☆ گلستان جوہر 2 تنظیم کے رفیق انجینئر محمد عثمان علی کے والد محترم رحلت فرما گئے۔

☆ تنظیم اسلامی مظفر آباد کے ملتزم رفیق اور معتمد محمد شفیق کے والد محترم انتقال فرما گئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مرحومین ومرحومہ کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین) قارئین اور رفقائے تنظیم سے بھی دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات اور نفاذ اسلام

محبوب الحق عاجز
mehboobtnoli@gmail.com

گزشتہ سے پیوستہ

گزشتہ چند ماہ کے دوران جب سے حکومت نے تحریک طالبان پاکستان سے مذاکرات کا سلسلہ شروع کیا ہے، بعض قوتوں کی طرف سے مذاکراتی عمل کی بھرپور مخالفت کی گئی ہے۔ بنیاد یہ تھی کہ طالبان ملکی آئین کو نہیں مانتے لہٰذا ان سے مکالمہ اور بات چیت نہ کی جائے بلکہ بے رحمانہ آپریشن اور طاقت سے انہیں کچل دیا جائے۔ لیکن حیرت ہے کہ اُس آئین شکنی کی جانب سے جو گزشتہ چالیس سال سے ہو رہی ہے، آئین کی پاسداری کے دعویداروں نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ کیا اس واردات پر وارداتیوں کا محاسبہ نہیں ہونا چاہیے؟ اسلامی نظریہ کے تحت حاصل کیے گئے اس ملک کے ساتھ یہ کھلواڑ کب تک ہوتا رہے گا؟ ملک پر حکمرانی کرتی آئی جماعتیں ہی نہیں پارلیمنٹ کے اندر اور باہر تمام جماعتیں آئین کو بالاتفاق تسلیم کرتی ہیں۔ یہ لوگ اسلامی نظریاتی کونسل کے آئینی کردار کو بھی مانتے ہیں، پھر یہ نظریاتی کونسل میں بھی اُن لوگوں کو لا بٹھاتے رہے ہیں، جن پر ان کا اعتبار تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے ہی آئینی ادارے، اپنے ہی معتمد لوگوں کی طرف سے پیش کردہ سفارشات کو لائق التفات نہ جانا اور سی آئی آئی کی یہ سفارشات الماریوں میں اب تک گل سڑ رہی ہیں۔ اگر آپ اس ملک اور اس کے اساسی نظریے کے ساتھ مخلص ہیں تو نفاذ اسلام سے مجرمانہ غفلت کا تسلسل ٹوٹنے میں کیوں نہیں آ رہا؟ کونسل کی سفارشات کی روشنی میں قانون سازی اور نفاذ اسلام کے مطالبے پر آئین و قانون کی حکمرانی کے دعویدار سیخ پا کیوں ہو جاتے ہیں اور اسے ''انتہا پسندی'' اور طالبانائزیشن کا نام دے کر لٹھ لے کر اس کے راستے میں کھڑے کیوں ہو جاتے ہیں۔ کونسل کی ماہرانہ دینی آراء پر اس کے خلاف قراردادیں کیوں پاس کی جاتی ہیں؟ جب آئین واضح طور پر ریاست و حکومت کو اس امر کا پابند بناتا ہے کہ ملک کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لے تمام وسائل و اختیارات بروئے کار لائے، ہر شعبۂ زندگی میں قرآن و سنت کی بالفعل بالادستی کے قیام میں حائل رکاوٹوں اور مشکلات کو دور کیا جائے اور انفرادی و اجتماعی زندگی میں اسلام پر پوری طرح عمل کو یقینی بنایا جائے، پھر اس آئینی ذمہ داری سے مسلسل پہلو تہی اور آئین شکنی کیوں کی جا رہی ہے۔ یہ طرز عمل بجائے خود آئین کو تسلیم نہ کرنے اور اُس سے عملاً بغاوت کے مترادف ہے۔ اصل میں یہ آئین شکنی اس لئے ہو رہی ہے کہ اسلام موجودہ استحصالی نظام سے فیض یافتہ اور مراعات کے مزے لوٹنے والے طبقات کے لیے پیغام مرگ ہے۔ جاگیرداروں، وڈیروں، نوابوں، خوانین اور سرمایہ داروں میں گھری ہوئی سیکولر جمہوریت کے راستے ایوانہائے اقتدار تک پہنچے والے یہ لوگ سرمایہ دارانہ استحصالی نظام کو اپنے لئے نوید حیات سمجھتے ہیں۔ اسلام کا نظام عدل انہیں کسی صورت سوٹ نہیں کرتا۔ کیونکہ اسلام عدل و مساوات کی بات کرتا ہے، جبکہ یہ لوگ طبقاتی امتیازات کے قائل ہیں۔ اسلام معاشی توازن کے اہتمام پر زور دیتا ہے، یہ لوگ تمام وسائل پر دسترس چاہتے اور عوام کا معاشی استحصال کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اسلام قانون کی بالادستی کی بات کرتا ہے۔ یہ لوگ قانون کو گھر کی لونڈی اور غریب کے گرد کسا جانے والا شکنجہ سمجھتے ہیں، اور خود کو ہر قاعدے قانون سے بالاتر خیال کرتے ہیں۔ ان کا سماجی رتبہ عوام سے جدا ہے۔ اُن کا معاشی سٹیٹس عوام سے مختلف ہے۔ ان کے لیے جیلیں الگ ہیں۔ ان کے لیے ہسپتال علیحدہ ہیں۔ ان کے لیے رہائشی سوسائیٹیاں جدا ہیں۔ ان کے بچوں کے لیے تعلیمی ادارے جدا ہیں۔ پھر یہ اسلامی قوانین کا نفاذ و اطلاق کیسے گوارا کر سکتے ہیں۔ ہاں اگر اسلام ان کے استحصالی فیوڈل ازم کو، ان کی نجی جیلوں کو، ان کے طبقاتی امتیازات کو، ان کے معاشی نظریے کو، ان کے لیے جداگانہ قانون کو تسلیم کر لیتا تو کبھی اُن کے گلے کی ہڈی نہ بنتا۔

موجودہ حکومت جب سے برسر اقتدار آئی ہے، اُس کے وزیر مذہبی امور سردار محمد یوسف بارہا کہہ چکے ہیں کہ ہم اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو پارلیمنٹ میں زیر بحث لائیں گے۔ حال ہی میں قومی اسمبلی میں ایک قرارداد بھی پاس کی گئی ہے، جس میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو اسمبلی میں زیر بحث لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ مگر ہنوز یہ بات بیانات اور قرارداد سے آگے نہ بڑھ سکی۔ ایک اعلیٰ حکومتی عہدیدار کا یہ کہنا بجا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کا کام سفارشات پیش کرنا ہے، قانون بنانا پارلیمنٹ کا کام ہے۔ واقعتاً یہ کونسل ایک مشاورتی ادارہ ہے، لیکن اگر اس کے مشوروں کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جاتا، تو اس کی وجہء جواز کیا ہے؟ اس کو ''ٹروجن ہارس'' کی حیثیت سے باقی کیوں رکھا جائے؟ چند ہفتے قبل پنجاب کے وزیر قانون رانا ثناء اللہ نے آئین اسلامی یا غیر اسلامی کی بحث کے دوران کہا تھا کہ ملک کا آئین اور نظام اسلامی ہے، اگر کوئی سمجھتا ہے کہ کوئی چیز اسلامی نہیں تو ملک میں وفاقی شرعی عدالت موجود ہے، وہ اُس کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ یہ بات بظاہر بہت معقول ہے، مگر المیہ یہ ہے کہ 1980ء میں جب ہم نے آئینی طور پر شرعی عدالت قائم کی تو ساتھ ہی اس کے دائرہ اختیار کو ہی محدود کرنے کا اہتمام بھی کر لیا۔ ہم نے اس کو دو ہتھکڑیاں اور دو بیڑیاں ڈال دیں۔ (1) دستور پاکستان کو اس کے دائرہ اختیار سے باہر کر دیا۔ گویا ہم دستور کے معاملے میں اسلام کی کوئی رہنمائی قبول کرنے کو تیار نہیں (2) عدلیہ کے طریق کار سے متعلق قوانین، ضابطہ دیوانی، ضابطہ فوجداری اس کے دائرہ کار سے خارج کر دیئے (3) عائلی قوانین بھی اس کے دائرہ کار سے باہر کر دیئے، جو ایک منکر سنت غلام احمد پرویز نے فوجی ڈکٹیٹر ایوب خان سے بنوائے تھے اور آج تک چلے آئے ہیں اور (4) دس سال تک مالیاتی قوانین بھی اس کے دائرہ کار سے باہر کر دیئے گئے (اب یہ آخر الذکر پابندی ختم ہو گئی ہے۔) سوچنے کی بات یہ ہے کہ شرعی عدالت ان پابندیوں اور تحدیدات کے ساتھ قوانین کی اسلامائزیشن کے لئے کردار کیونکر ادا کر سکتی ہے، جیسا کہ رانا ثناء اللہ کا دعویٰ ہے۔

وقت آ گیا ہے کہ چھیاسٹھ سال سے اسلام اور نفاذ اسلام کے حوالے سے جو دورنگی اور نیم دلی چلی آتی ہے اُسے ترک کر کے یک رنگی اختیار کی جائے اور سنجیدگی اور پورے عزم کے ساتھ اسلامی نظریہ اور نظام زندگی کو بالفعل بالادست اور غالب کیا جائے، جس کے تحفظ کا عہد ہر رکن اسمبلی، وزیر، سپیکر اور ملک کا وزیر اعظم کرتا ہے۔ نہ صرف اسلامی نظریاتی کونسل کی وقیع سفارشات کو اسمبلی کے فلور پر لا کر اُن پر بحث کی جائے اور اُن کی روشنی میں غیر اسلامی قوانین کا خاتمہ کیا جائے، بلکہ آئین میں موجود چور دروازوں کو بھی بند کیا جائے، جن سے شریعت سے فرار کا راستہ نکلتا ہے۔ دستور میں بعض انتظامی معاملات مثلاً انتظامی ڈھانچہ کیسا ہو گا، صدر کے اختیارات کیا ہوں گے وغیرہ کے حوالے سے کچھ ایسے اصول بھی دے دیئے گئے جو خالصتاً غیر اسلامی ہیں۔ مثلاً آرٹیکل 45 کے تحت ''صدر کو کسی عدالت، ٹریبونل یا دیگر ہیئت مجاز کی دی ہوئی سزا کو معاف کرنے، ملتوی کرنے اور کچھ عرصہ کے لئے روکنے اور اس میں تخفیف کرنے، اسے معطل کرنے یا اُسے تبدیل کرنے کا اختیار حاصل ہے۔'' صدر مملکت کو حاصل یہ

آئینی اختیار غیر اسلامی ہے، مگر ماضی میں آئین ہی کا سہارا لے کر ہماری عدلیہ نے اس حق کا دفاع کیا ہے۔ 1992ء میں سپریم کورٹ میں حاکم خان کیس اسی حوالے سے دائر کیا گیا تھا کہ صدر کو مجرموں کی سزا معاف کرنے کا اختیار غیر اسلامی ہے۔ کہا گیا کہ ہمارے آئین میں لکھا ہوا ہے کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ کی ہے، پھر آرٹیکل 227 میں یہ بھی لکھا ہے کہ ملک میں قانون سازی قرآن وسنت کے مطابق ہوگی۔ لہٰذا اسلام کی بنیاد پر صدر کو کوئی اختیار نہیں ہے کہ وہ مجرم کی سزا معاف کر دے۔ اُس وقت جسٹس نسیم حسن شاہ چیف جسٹس تھے۔ اس اہم کیس میں عدالت کے فل بینچ نے یہ فیصلہ دیا کہ دستور کی تمام شقیں اپنی جگہ برابر کی حیثیت رکھتی ہیں، یہ شق کہ قانون سازی قرآن وسنت کے خلاف نہیں ہوسکتی، بھی ایک شق ہے اور دوسری طرف صدر کو سزا معافی کی شق (آرٹیکل 45) بھی ایک شق ہے، آئین کی کوئی شق دوسری شق پر حاوی نہیں ہے۔ لہٰذا صدر کا یہ اختیار برقرار رہے گا۔ پھر یہ بات بھی ایک اسلامی مملکت کے حوالے سے ناقابل فہم ہے کہ ممتاز قادری کیس میں معزز عدالت کے جج نے ممتاز قادری سے یہ کہا کہ تمہارا اقدام شریعت کی رو سے صحیح ہے مگر میں تمہیں قانون ملکی کے تحت سزائے موت سناتا ہوں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اگر ہمارا آئین (یا قانون) پورے طور پر اسلامی ہوتا تو اس طرح کے فیصلے کیونکر سامنے آسکتے تھے۔

دستور میں قرآن وسنت کی غیر مشروط بالادستی کے لئے ضروری ہے کہ دستور میں ترمیم کے ذریعے قرار داد مقاصد (دفعہ 2الف) کو پورے دستور پر حاوی قرار دیا جائے۔ دفعہ 227 کو دفعہ 2ب کی حیثیت سے قرارداد مقاصد سے ملحق کر دیا جائے اور فیڈرل شریعت کورٹ کو زیادہ مستحکم کیا جائے اور اس کے لئے اس کے دائرہ کار پر عائد جملہ تحدیدات ختم کی جائیں، جو آئین کی دفعہ 203.G کے تحت اُس پر عائد کی گئی ہیں۔ اور اس کے جج صاحبان کی شرائط ملازمت اور مراعات کم از کم ہائی کورٹ کے ججوں کے مساوی کی جائیں۔ اس سے اسلامی نظام کے قیام اور شریعت کے نفاذ کا عمل تدریجی طور پر آگے بڑھ سکتا ہے۔ اس کام کے لئے پختہ عزم اور نیک نیتی کی ضرورت ہے، مصلحتوں، داخلی و خارجی دباؤ اور سیاسی و گروہی مفادات کے جال سے آزاد ہونا ضروری ہے۔ سچے جذبے کے بغیر نیم دلانہ اقدامات سے یہ کام نہ پہلے ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو سکے گا۔ اس وقت ملک پر مسلم لیگ کی حکومت ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جس نے پاکستان بنایا تھا۔ مسلم لیگ کو تحریک پاکستان کے زمانے کی جماعت کے میثاق رکنیت میں دیئے گئے سبق کو از سر نو تازہ کرنا چاہیے، جس کے الفاظ ہیں ''میں عہد کرتا ہوں کہ تمام فکروں پر فکر اسلامی کو، تمام مفادوں پر مفاد اسلامی کو اور تمام وفاداریوں پر وفاداریٔ اسلام کو برتر، غالب و مقدم رکھوں گا۔''

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ نفاذ اسلام کا کام آپشنل نہیں، یہ ہماری شرعی ذمہ داری ہے۔ پھر یہ ریاست پاکستان کا مقصد وجود بھی ہے۔ اس کے بغیر ہماری آزادی ادھوری اور ریاست کا نظریاتی جغرافیہ نامکمل، مبہم اور غیر واضح ہے۔ بانی پاکستان نے فرمایا تھا کہ ''پاکستان کا مطلب یہ نہیں کہ ہم غیر ملکی حکومت سے آزادی چاہتے ہیں بلکہ اس کا مطلب مسلم نظریہ ہے، ہمیں صرف اپنی آزادی حاصل نہیں کرنی، بلکہ اس قابل بھی بننا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کرسکیں، اور اسلامی تصورات اور اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرسکیں''۔ (24 نومبر 1945ء پشاور میں مسلم طلبہ سے خطاب) اسلامی نظریے کی بالادستی اس ملک کی بقا و استحکام کی بنیاد ہے۔ ہم جس قدر اس نظریے کو مضبوط بنائیں گے، ریاست پاکستان اسی قدر مضبوط اور مستحکم ہوگی، اور جس قدر اس نظریے سے انحراف بڑھتا چلا جائے گا، ریاست کی بنیاد کمزور ہوتی جائے گی اور اس کی وحدت اور بقا کو لاحق خطرات اور علیحدگی پسندگی کے جذبات میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ قیام پاکستان کے بعد ربع صدی تک پاکستان کے اساسی نظریے سے کھلم کھلا انحراف کے نتیجے میں ہم اپنا مشرقی بازو الگ کر چکے ہیں۔ اب باقی ماندہ پاکستان میں صوبائی اور لسانی تنازعات اور جاہلی قوم پرستانہ تعصبات ملک کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے درپے ہیں۔ نائن الیون کے بعد امریکا کی ظالمانہ جنگ کا حصہ بننے کی احمقانہ اور نامنصفانہ پالیسی کے نتیجے میں ہم نے اپنے ملک میں جو آگ لگائی تھی، طالبان سے امن مذاکرات کی متوقع کامیابی سے وہ ان شاء اللہ بجھ جائے گی، تاہم سندھ میں قوم پرست جماعتوں جیسے سندھ قومی محاذ، جسم سندھودیش لبریشن آرمی اور ایم کیو ایم اور بلوچستان میں بیرونی ایجنسیوں کی ایما پر سرگرم بلوچستان لبریشن آرمی، یونائٹڈ لبریشن آرمی اور لشکر بلوچستان جیسے گروپ ملک کی سلامتی کے لئے بدستور خطرہ بنے رہیں گے، اور یہ خطرہ بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ 23 مارچ کو کراچی میں فریڈم مارچ کے دوران سندھ اور بلوچستان کی علیحدگی پسند تنظیموں کا آزادی کے لیے مشترکہ جدوجہد کے اعلان سے ہمیں ہوش میں آجانا چاہیے۔ اگر ہم نے اسلامی تصور قومیت اور دینی جذبے کو فروغ نہ دیا، جو قوم میں اشتراک کی واحد اور حقیقی بنیاد ہے، تو بنگلہ قومیت کی طرز پر سندھی قومیت اور بلوچ قومیت کے نعرے اور جھگڑے دشمنوں کی پلاننگ اور عزائم کے عین مطابق پاکستان کا جغرافیہ بدل دیں گے۔ اگر ملک باقی رہا بھی تب بھی ہم انتشار و اضطراب کی اذیت ناک کیفیت سے دوچار رہیں گے۔ ہم ایک ایسے ملک کے طور پر باقی رہیں گے جو نظریاتی شناخت سے عاری، کسی عالمی و ملی کردار سے تہی، انڈیا کی تابع مہمل ریاست ہوگا۔

ہمیں تاریخ کے اس نازک موڑ پر اس حقیقت کا ادراک و اعتراف کر لینا چاہیے کہ ہم نے قیام پاکستان سے لے کر اب تک اس ملک پر اسلام کے حقیقی عادلانہ نظام کی بجائے بدترین استحصالی نظام مسلط کر رکھا ہے، اور ظلم کسی بھی شکل میں ہو تباہی لاتا ہے۔ ظلم کے مرتکب افراد ہوں یا حکومتیں جلد یا بدیر ہلاکت اور بربادی اُن کا مقدر ہوتی ہے۔ جس قوم میں عدل وانصاف کا بول بالا ہو وہ ہر میدان میں سرخرو ہوتی ہے، اور جس قوم میں ہر شعبہ زندگی میں ظلم کی حکمرانی ہو وہ ہر لحاظ سے پستی میں مبتلا ہوتی ہے۔ ریاستیں اسلحہ اور ہتھیاروں سے مضبوط نہیں ہوتیں بلکہ عدل وانصاف سے قوت پکڑتی اور مستحکم ہوتی ہیں۔ صحابی رسول حضرت عمر بن سعدؓ فرماتے ہیں: ''اسلام ایک ناقابل شکست فصیل ہے اور مضبوط دروازہ۔ اسلام کی فصیل اس کا عدل وانصاف ہے اور اس کا دروازہ حق و صداقت! اگر یہ فصیل گر جائے اور یہ دروازہ ٹوٹ جائے تو اسلام مغلوب ہو جائے گا۔ جب تک سلطان مضبوط ہوگا، اسلام غالب رہے گا۔ اور سلطان کی مضبوطی تلوار اور کوڑے کی بدولت نہیں ہوتی بلکہ اس کی مضبوطی کا راز حق وانصاف اور عدل و مساوات میں پنہاں ہے۔'' ہم اہل پاکستان اسلام کے نظام عدل سے روگردانی کر کے کبھی سُرخرو نہیں ہو سکتے۔ ایک غیر مسلم سکالر پروفیسر سمتھ نے "Islam in Modern History" میں قیام پاکستان کے مقصد اور اس سے انحراف کے ممکنہ نتیجہ کی بابت جو کہا ہے، وہ ہمارے ارباب اقتدار، ہمارے دانشوروں اور ہمارے عوام کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ انہوں نے لکھا: ''شاید پاکستانی کسی وقت یہ خیال کریں کہ اسلامی معاشرہ کی تعمیر کا کام اُن کے ابتدائی اندازہ سے کہیں زیادہ دشوار ہے' لیکن سوچا جائے تو اب اُن کے لئے کوئی راہ فرار باقی نہیں۔ اُن کے وعدے اور دعوے اتنے بلند بانگ اور واضح تھے کہ اُن کی تکمیل سے گریز ناممکن ہو گیا ہے۔ اُن کی تاریخ اب 'تاریخ اسلام' ہوگی۔ اُن کے کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری آن پڑی ہے۔ اب خواہ وہ اُسے پسند کریں یا اس پر نادم ہوں' بہر حال وہ ''اسلامی ریاست'' کے تصور کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور نہ اسے زیادہ دیر سرد خانہ ہی کی نذر کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت اسلامی ریاست کے نظریہ کو ختم کرنے کا فیصلہ محض طریق کار کی تبدیلی کا فیصلہ ہی نہیں ہوگا' یہ تو گویا اپنے دین اور وطن کی اساس پر کلہاڑا چلانے کے مترادف ہوگا۔ اور تمام دنیا اس گریز سے یہی مطلب اخذ کرے گی کہ اسلامی ریاست کا نظریہ لایعنی اور اُس کا نعرہ محض فریب نظر تھا' جو حیات جدید کے تقاضوں سے نبٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتا' یا یہ کہ پاکستانی بحیثیت ایک قوم کے اُسے اپنی قومی زندگی پر نافذ کرنے میں ناکام رہے ہیں۔'' ☆☆☆

بحرین اور عرب دنیا کا انتشار اور امت مسلمہ کی زبوں حالی

مرتب: فرقان دانش

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی:
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)
رضاء الحق (ریسرچ فیلو شعبہ انگریزی، قرآن اکیڈمی)

میزبان: بریگیڈیر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضٰی

سوال: حال ہی میں بحرین کے سربراہ نے 40 سال بعد پاکستان کا دورہ کیا ہے۔ بحرین کا محل وقوع، آبادی اور اس میں مختلف مذاہب کے تناسب پر روشنی ڈالیے؟

رضاء الحق: بحرین مشرق وسطیٰ میں سعودی عرب کے شمال میں واقع ہے۔ یہ ایک جزیرہ کے طور پر جانا جاتا ہے۔ یہ خلیج فارس میں اس طرح واقع ہے کہ اس کے ایک طرف سعودی عرب اور دوسری طرف ایران ہے۔ حماد الخلیفہ ہیڈ آف دی سٹیٹ ہیں۔ بحرین کی کل آبادی بارہ لاکھ کے قریب ہے، جس میں سے آدھی آبادی تقریباً 6 لاکھ باہر سے آ کر کام کرنے والے لوگوں پر مشتمل ہے، جن کو امیگرینٹس کا سٹیٹس نہیں ملتا۔ مذاہب کے لحاظ سے وہاں پر مسلمان اکثریت میں ہیں۔ تقریباً 90 سے 96 فیصد مسلمان ہیں، جن کی اکثریت شیعہ مسلک کی پیروی کرتی ہے۔ سنی بھی ہیں، خصوصی طور پر حکمران طبقہ سنی ہے۔ کچھ عیسائی اور یہودی بھی وہاں پر آباد ہیں۔

سوال: بحرین میں اس وقت بدامنی کی جو صورت حال ہے، اس کی اصل وجہ کیا ہے اور پاکستان کا اس بحران سے کیا تعلق ہے؟

ایوب بیگ مرزا: بحرین ایک چھوٹا سا ملک ہونے کے باوجود خلیج میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ وہاں 90 فیصد سے زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہے، جن کی اکثریت اہل تشیع کی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق 60 فیصد اہل تشیع اور تیس فی صد سنی ہیں۔ حکمران بھی سنی ہیں۔ بدقسمتی سے اس وقت عالم اسلام شیعہ مسلم اور سنی مسلم میں تقسیم ہے۔ شیعہ مسلمانوں کی سربراہی ایران کر رہا ہے، جبکہ سنی مسلمانوں کی قیادت سعودی عرب کے پاس ہے۔ بحرین میں چونکہ شیعہ اکثریت ہے، اس لیے ایران کا وہاں پر اثر و رسوخ زیادہ ہے۔ حکومت کو سعودی عرب سپورٹ کر رہا ہے، اور عوام کو ایران کی تائید و حمایت حاصل ہے۔ سعودی عرب اور ایران کی باہمی کشمکش بحرین میں بھی اپنا رنگ دکھا رہی ہے۔ اگرچہ اس کو "عرب اسپرنگ" کا حصہ بتایا جا رہا ہے، لیکن حقیقت میں یہ ایران سعودی عرب کی پراکسی جنگ ہے۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے، خوش قسمتی سے پاکستان کے دونوں ممالک سے اچھے تعلقات ہیں۔ البتہ ہمارے تعلقات ایران کی نسبت سعودی عرب سے زیادہ گہرے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف اوقات میں ہم پر جو بحران آئے ان میں سعودی عرب نے ہماری بہت مدد کی ہے۔ 1977ء میں جب تحریک نظام مصطفیٰؐ چلی تھی تو سعودی عرب نے بھی مصالحانہ کردار ادا کیا تھا۔ جب پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کیا تو دنیا نے ہماری امداد بند کر دی تھی۔ اس وقت بھی سعودی عرب آگے آیا اور ہمیں مفت تیل دیتا رہا۔

سعودی عرب ایک امیر ملک ہے۔ دولت اس کی زمین سے پھوٹتی ہے اور اس کا فائدہ پاکستان کو بھی ہوا۔ لہٰذا پاکستان کے سعودی عرب سے زیادہ گہرے تعلقات ہیں۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پاکستان میں سنی اکثریت ہے۔ اس بنا پر بھی ہمارا سعودی عرب سے زیادہ قریبی تعلق ہے۔ دوسری طرف ہماری جغرافیائی سرحدیں چمن کے راستے ایران کے ساتھ ملتی ہیں۔ اس لیے ایران سے بھی ہمارے روابط ہیں۔ یوں کہہ لیجیے کہ سعودی عرب اور ایران کی یہ کشیدگی ہمارے لیے بڑا مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ ہم ان دونوں دوستوں کے درمیان پھنس گئے ہیں اور ہمیں اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں مل رہا۔ ہم نے ایران سے گیس پائپ لائن کا معاہدہ بھی کیا ہوا ہے جس کی ہم کسی نہ کسی انداز میں خلاف ورزی کرتے رہتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس پائپ لائن بچھانے کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ زرداری صاحب جاتے ہوئے یہ معاہدہ ایران کے ساتھ کر گئے تھے۔ ہمیں گیس کی ضرورت بھی ہے لیکن ہم امریکہ کے دباؤ پر اس معاہدے کی خلاف ورزی کرتے رہتے ہیں لیکن یہ رویہ درست نہیں ہے۔ ہمیں اس کے حوالے سے تساہل سے کام نہیں لینا چاہیے۔ گیس اور تیل اتنی بڑی دولت ہے کہ آج دنیا میں لڑائی اسی وجہ سے ہے۔ مشرق وسطیٰ تیل کا سمندر ہے۔ امریکہ اور تمام معیشتوں کا دارومدار توانائی پر ہے، لہٰذا جو طاقتور ہیں وہ ان علاقوں پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے جنگ کر رہے ہیں۔ عیسائی اس جنگ کو منظّم ہو کر لڑ رہے ہیں جبکہ مسلمان منظّم نہیں ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان اپنی باہمی جنگ و جدل کو چھوڑ کر متحد ہوں اور دشمن سے مل کر مقابلہ کریں۔ بحرین کا مسئلہ گویا مسلمانوں کے باہمی افتراق کا شاخسانہ ہے۔

سوال: خلیج فارس میں بحرین کی کیا پوزیشن ہے اور آبنائے ہرمز کا اس سے کیا تعلق ہے؟

رضاء الحق: میں پہلے ایوب بیگ صاحب کی بات میں اضافہ کروں گا۔ اصل میں یہ جو دنیا میں جنگ کی بساط بچھی ہوئی ہے، یہ طاقت کے لیے ہے۔ اس جنگ میں بلیک گولڈ (یعنی آئل) کا ایک بہت بڑا کردار ہے۔ اس کے علاوہ اس جنگ کو بڑھانے کی وجہ ایک دوسرے پر اپنی طاقت اور برتری کو ثابت کرنا بھی ہے۔ اس وقت امریکہ کی نیول پاور 10 فلیٹس پر مشتمل ہے جو کہ پوری دنیا کو کنٹرول کرتی ہیں۔ ان کی پانچویں فلیٹ جو پورے مڈل ایسٹ کو کنٹرول کرتی ہے، اس کا ہیڈ کوارٹر بحرین میں ہے۔ اس اعتبار سے بحرین امریکہ کی دلچسپی کا بھی مرکز ہے، کیونکہ جس طرح سے امریکہ کی برتری یونی پولر ورلڈ کے اندر تھی اب اس طرح سے نہیں رہی اور روس نے اپنے آپ کو دوبارہ کھڑا کرنا شروع کر دیا ہے۔ روس بھی ایک بڑی نیول پاور ہے اور اس کا فلیٹ بحر اسود میں ہے۔ خلیج فارس کا اگر ہم عراق سے سٹارٹ لیں اور پاکستان کی طرف آئیں تو آبنائے ہرمز سے تقریباً 40 فیصد تیل کی تجارت ہوتی ہے۔ اگر اِسے ایک دفعہ بند کر لیا جائے تو تیل کی قیمتیں بہت زیادہ بڑھ جائیں گی اور مغربی دنیا اور خاص طور پر جاپان اور چین جو ابھرتی ہوئی معیشتیں ہیں، ان کو بہت زیادہ نقصان

> اگر ہم نے ڈیڑھ ارب ڈالر کی رقم کسی دوسرے کے جنگی مقاصد پورے کرنے کے لیے حاصل کی ہے تو یہ بات آگے چل کر بڑی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے

ہوگا۔ شاید وہ اس کی قیمت ادا نہیں کرسکیں گی۔ چنانچہ انہوں نے اس کے متبادل تلاش کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس خطے کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔

سوال : اس خطے کی دوسری ریاستوں مسقط اور قطر کے علاوہ ایران، امریکہ، اسرائیل وغیرہ کی اس معاملے میں کیا صورت حال ہے؟

ایوب بیگ مرزا : جہاں تک دوسری خلیجی ریاستوں کا تعلق ہے ان کا اس معاملے میں حصہ صرف اتنا ہے کہ وہ وہاں واقع ہیں۔ ورنہ ان کے پاس تیل کی جو دولت ہے اُسے دوسری قوتیں استعمال کر رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ امریکہ اور اسرائیل کا اس میں بنیادی کردار ہے۔ خاص طور پر اسرائیل کی ناجائز ریاست کا جو اسی خطے میں واقع ہے۔ اسرائیل ایک چھوٹا سا ملک ہے اور یہودی دنیا میں 10 ملین سے ہی کچھ زیادہ ہیں۔ جبکہ مسلمان اور عیسائی اربوں کی تعداد میں ہیں۔ یہ تھوڑے سے یہودی اور چھوٹا سا اسرائیل دنیا کے تمام جھگڑوں میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ پہلی دونوں عالمی جنگوں میں بھی بنیادی کردار انہی کا تھا۔ انہوں نے ہی ان میں سرمایہ فراہم کیا، سیاستدانوں کا رُخ موڑا۔ دوسری جنگ عظیم میں برطانیہ کو شکست ہوا چاہتی تھی، لیکن اسرائیل نے ایک خاص منصوبے اور ایک تخریبی کارروائی کے تحت امریکہ کو مجبور کیا کہ وہ اس جنگ میں کودے۔ امریکہ کے اس جنگ میں کودنے سے ساری جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ آج سے سو ڈیڑھ سو سال پہلے برطانیہ کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور وہ دنیا کی حکمران قوت سمجھی جاتی تھی۔ دنیا کی طاقت کا مرکز لندن تھا۔ دوسری جنگ عظیم میں یہودیوں نے اس لیے اہم کردار ادا کیا کہ وہ قوت کا مرکز لندن سے واشنگٹن اور نیویارک منتقل کرنا چاہتے تھے۔ اس جنگ میں کروڑوں انسان لقمۂ اجل بنے۔ گویا اس جنگ کے پس پردہ سارا کھیل یہودیوں کا تھا۔ بعض لوگوں کی رائے ہے ــــ اور مجھے اس میں خاصی منطق نظر آتی ہے ــــ کہ اب اسرائیل کی خواہش یہ ہے کہ قوت کے اس مرکز کو واشنگٹن سے تل ابیب منتقل کیا جائے۔ اسی بنیاد پر ساری گیم کھیلی ہو رہی ہے۔ اس گیم میں خلیجی ممالک کے مسلمان ایک مہرے کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں۔ اُن کے پاس دولت تو ہے مگر دنیا میں کوئی مؤثر کردار نظر نہیں آتا۔ صورت حال یہ ہے کہ اسرائیل اور امریکہ ایک طرف ہیں۔ دوسری طرف روس بھی دوبارہ ایک قوت بن کر اُبھرا ہے۔ روس کے طاقت میں آنے کا فائدہ باقی دنیا کو بھی ہوگا کہ اب اسرائیل اور امریکہ کھلم کھلا بدمعاشی نہیں کرسکیں گے۔ آپ دیکھیے، شام کے مسئلے میں بھی روس آ کر کھڑا ہو گیا اور امریکہ کو پسپائی اختیار کرنی پڑی ہے۔ اگر روس کی پہلی پوزیشن ہوتی تو امریکہ کبھی پسپا نہ ہوتا۔ پیوٹن نے یہ تاریخی کردار ادا کیا ہے اور اس نے دنیا کو ’امریکی جن‘ سے بچایا ہے۔ یوکرائن کے معاملے میں بھی امریکہ نے پسپائی اختیار کی ہے۔ ان ریاستوں میں کلیدی کردار امریکہ اور اسرائیل کا ہے، جبکہ مسلمان ریاستوں کا صرف اتنا ہی کردار ہے کہ وہ باہمی جنگ و جدل میں اپنا اپنا حصہ ڈال رہی ہیں۔ عالمی سطح پر یہ ممالک کوئی کردار ادا نہیں کر رہے۔

> دوسری جنگ عظیم میں یہودیوں نے اس لیے اہم کردار ادا کیا کہ وہ
> قوت کا مرکز لندن سے واشنگٹن اور نیویارک منتقل کرنا چاہتے تھے
> اب اسرائیل کی خواہش یہ ہے کہ قوت کے اس مرکز کو واشنگٹن سے تل ابیب منتقل کیا جائے

سوال : پاکستان کو حال ہی میں ڈیڑھ ارب ڈالر ملے ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کس ملک نے ہمیں یہ تحفہ دیا ہے۔ بحرین کے حکمران بہت عرصے کے بعد پاکستان آئے ہیں۔ آپ اس صورتحال کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا : اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ ڈیڑھ ارب ڈالر معمہ بنا ہوا ہے۔ حکومت نے ان کے بارے میں واضح طور پر کچھ نہیں کہا۔ البتہ یہ تاثر دیا ہے گویا یہ سعودی عرب نے دیئے ہیں۔ لیکن میری رائے میں یہ سعودی عرب نے نہیں دیئے، بلکہ سعودی عرب نے دلوائے ہیں۔ اور غالباً یہ بحرین سے دلوائے گئے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ پورے 40 سال کے بعد بحرین کے کسی حاکم نے پاکستان کا دورہ کیا ہے۔ بحرین میں اس وقت جو گڑبڑ ہے، معلوم یہ ہوتا ہے کہ خلیفہ اس پر قابو پانے میں کامیاب نہیں ہو رہا ہے۔ اگرچہ سعودی عرب اس عوامی بے چینی پر غلبہ پانے کے لیے حکومت کی مدد کر رہا ہے لیکن دوسری طرف ایران اسے ہوا دے رہا ہے۔ ایران چاہتا ہے کہ یہ آگ اور بھڑکے اور یہاں کی سنی حکومت ختم کر کے شیعہ حکومت قائم کی جائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شاید اس امداد کے عوض پاکستان سے فوجی حاصل کیے جائیں گے، جو وہاں امن قائم کرنے میں بحرین کی حکومت کی مدد کریں گے۔ میری رائے میں فوجیوں کا بھیجنا پاکستان کے لیے اتنا آسان نہیں ہے۔ اگرچہ دوسروں کی جنگوں میں پاکستان پہلے بھی ملوث رہ چکا ہے، لیکن اب کسی کی جنگ میں ملوث ہونا انتہائی حماقت ہوگی۔ ہمیں اب ایسے کام نہیں کرنے چاہئیں۔ پاکستان پہلے بھی اس کا بہت نقصان اُٹھا چکا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب فلسطینیوں پر مظالم ڈھائے گئے تھے اس وقت ضیاء الحق مرحوم بریگیڈیئر تھے، اور اُردن میں جو کچھ ہوا تھا، پاکستان اس میں ملوث ہو گیا تھا۔ یاسر عرفات نے اس کا بڑا غلط تاثر لیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ بعد میں یاسر عرفات بھی خود ان کی جھولی میں گر گئے تھے، لیکن اس وقت پاکستان کی بڑی بدنامی ہوئی تھی اور فلسطینیوں کے قتل عام میں پاکستان کو ملوث سمجھا گیا تھا۔ لہٰذا یہ ڈیڑھ ارب ڈالر اگر اچھے مقاصد کے لیے حاصل کیے گئے ہیں تو یہ تحفہ قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن آج کے دور میں کسی کا بلاوجہ رقم دے دینا ممکن نظر نہیں آتا۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان جو خود گھمبیر مسائل میں الجھا ہوا ہے اُسے بیرونی مسائل میں اُلجھنا نہیں چاہیے بلکہ شکریے کے ساتھ یہ رقم واپس کر دینی چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ ہوگا کہ ڈالر پھر 110 کا ہو جائے گا، لیکن اگر یہ رقم ہم نے کسی دوسرے کے جنگی مقاصد پورے کرنے کے لیے حاصل کی ہے تو یہ بات آگے چل کر بڑی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

سوال : پاکستان خود فرقہ وارانہ کشیدگی کا شکار ہے۔ کیا خلیج کی سیاست میں ملوث ہو کر ہم اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی نہیں مار رہے ہیں؟

رضاء الحق : جہاں تک ڈالر کی بات ہے یہ پیپر کرنسی کے طور پر آتے ہی نہیں۔ ان کی ٹرانزکشن ہی ہوتی ہے۔ ڈیڑھ ارب ڈالر انہوں نے Debit کر دیا۔ ہم نے Credit کر دیا۔ ہمارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہو گیا، سمجھ یہی لیا گیا کہ وہ پیسے آ چکے ہیں۔ ان کا کوئی مادی وجود نہیں ہے۔ ابھی پاکستان کو اور ڈالر ملنے کی توقع ہے، لیکن یہ بھی باقاعدہ کرنسی کے طور پر نہیں ہوں گے بلکہ ان کی بھی ٹرانزکشن ہوگی۔ جبکہ ہم جو کریں گے وہ فزیکل ہوگا اور ہم لوگوں کو اس کا نقصان ہوگا۔ اگر مستقبل میں ہم سعودی عرب اور ایران کے درمیان فاصلوں کو پاٹنے کے لیے کوئی کردار ادا کر سکتے ہوں تو اس کے امکانات بھی کم ہو جائیں گے۔ اس سے ایران اور دوسرے شیعہ ممالک کے ساتھ ہمارے تعلقات خراب ہوں گے، جس کے ہم متحمل نہیں ہو سکتے۔

ایوب بیگ مرزا : اگرچہ عالمی قوتوں نے بھی کوشش کی ہے کہ پاکستان میں باقاعدہ شیعہ سنی فسادات ہوں لیکن

ہمارے ہاں جب بھی کوئی ٹارگٹ کلنگ ہوئی، کوئی شیعہ آفیسر مارا گیا یا کسی سنی عالم کو مار دیا گیا، تو اُس پر سنی شیعہ فسادات عوامی سطح پر گلی کوچوں اور بازاروں میں نہیں ہوئے۔ یہ اللہ کا بڑا فضل و کرم ہے کہ دشمن کی پوری کوشش کے باوجود عوامی سطح پر یہ نفرت نہیں آسکی۔ جن لوگوں نے پیسے لیے ہیں انہوں نے ٹارگٹ کلنگ کی ہے۔ ہم اس کی پوری شدت سے مذمت کرتے ہیں وہ چاہے شیعہ مارا جائے یا سنی مارا جائے۔

سوال : عالمی منظرنامے پر اب نظر یہی آ رہا ہے کہ دنیا دوبارہ بائی پولر رہی ہے۔ اس صورتحال میں کیا امت مسلمہ میں بھی اتحاد کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے؟ کیا پاکستان اس معاملے میں کوئی کردار ادا کرسکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : عالمی حالات کا جو پس منظر بیان کیا گیا ہے اس کی روشنی میں دیکھا جائے تو اسلامی اتحاد کا امکان کہیں دور دور نظر نہیں آتا۔ اِسی طرح مسلمانوں میں کوئی ایسی شخصیت بھی نظر نہیں آتی ہے جو عالمی سطح پر عالم اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کا توڑ کر سکے۔ دشمنان اسلام اسلام کو بحیثیت دین ختم کرنے کی سازش کر رہے ہیں، وہ اسلام کو بحیثیت مذہب تو برداشت کر سکتے ہیں یعنی لوگ نماز پڑھ لیں، روزہ رکھ لیں وغیرہ، انھیں اس پر اعتراض نہیں، لیکن سیاسی اسلام یعنی اسلام کا وہ حصہ جس کے تحت سوشل جسٹس نافذ ہو عالم کفر اسے قطعی طور پر برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ ان چیزوں کا تدارک کرنے اور اینٹی مسلم قوتوں کو روکنے کے لیے ہمارے پاس اس وقت نہ کوئی لیڈر رہے، اور نہ اجتماعی شعور۔ ہمیں یہ احساس ہی نہیں کہ ہم نے ان چیزوں کا تدارک کرنا ہے تا کہ دنیا میں اپنی حیثیت منوا سکیں۔ اِس کے باوجود میں واضح کر دوں کہ دنیا میں اسلام غالب ہو کر رہے گا۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ جن کی ہستی کے بارے میں ہمارا ایمان ہے کہ وہ کائنات کی مقدس ترین اور عظیم ترین ہستی ہیں، ان کے فرمان مبارک کا مفہوم ہے کہ قیامت نہیں قائم ہو سکتی جب تک کہ دنیا پر اسلام غالب نہ ہو جائے۔ یہ صادق المصدوق ﷺ کی پیشین گوئی ہے۔ آپؐ کے قول میں کسی بھی لحاظ سے کوئی فرق نہیں آ سکتا۔ آپؐ کا قول یقیناً اسی طرح پورا ہوگا جیسے آپؐ نے فرمایا۔ لہٰذا مجھے یقین ہے کہ دنیا پر ایک دفعہ پھر اسلام کا غلبہ ہوگا۔ لیکن ہمارے لیے لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ ہم مسلمان یا عالم اسلام اس حوالے سے کوئی کردار ادا کرنے کی پوزیشن میں نظر نہیں آتے۔ اللہ نے پہلے بھی یہ دین اپنے بندوں ہی کے ذریعے نافذ کرایا۔ آئندہ بھی اسلام کے غلبے کا ذریعہ اُس کے بندے ہی بنیں گے۔ ہمارے لیے لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ ہم اس کام میں اللہ اور رسول ﷺ کے مددگار ثابت ہوتے ہیں یا نہیں۔ یہ کام ہو کر رہے گا، یہ شدنی ہے، کیونکہ آپؐ نے فرمایا ہے۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ اس کام میں میں اور آپ اپنا حصہ ڈالتے ہیں یا نہیں۔ اگر ہم ایک کارکن کی حیثیت سے کام کرتے ہیں اور اس کام کو آگے بڑھاتے ہیں تو یہ ہمارے لئے سعادت مندی ہوگی۔ ہم اپنے فریضہ کو ادا کر کے آخرت میں کامیاب ہو جائیں گے ان شاء اللہ۔ اگر ہم نے اس میں کوئی کردار ادا نہیں کیا، دین کا غلبہ تب بھی ہوگا لیکن ہم محروم ہو جائیں گے۔ کسی دور میں یہودی امت مسلمہ تھے اور یہ اللہ کی بڑی پسندیدہ اُمت تھی، لیکن انہوں نے اللہ کا دین نافذ نہیں کیا اور جہاد کے تقاضے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صاف صاف جواب دے دیا۔ چنانچہ اللہ نے انہیں رد کر دیا، اور ایک نئی امت پیدا کر دی۔ اسی طرح اگر ہم نے یہ کام نہ کیا تو کچھ اور لوگ پیدا ہوں گے، جن سے اللہ یہ کام لے گا۔ اللہ کا دین غالب ہو کر رہے گا، لیکن ہم اس حوالے سے محرومین میں سے ہوں گے۔ وہ لوگ یقیناً اللہ کے انعامات پائیں گے۔ میں آخر میں یہی کہنا چاہوں گا کہ بطور مسلمان ہماری ذمہ داری ہے کہ اللہ کے دین کو نافذ کریں اور اس کا ذریعہ بنیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ امت میں اس کام کا شعور پیدا ہو۔

☆☆☆

رحمان کی رحمت

رانا عامر جاوید، پھول نگر

نامور محقق ڈاکٹر ریمنڈ موڈی کی کتاب (Life Aftar Life) ''زندگی ختم ہونے کے بعد زندگی'' 1975ء میں شائع ہوئی اور اس میں 150 کے قریب مرکر زندہ ہونے والے لوگوں کے واقعات درج ہیں۔ ان لوگوں کو ڈاکٹروں نے مردہ قرار دیا تھا، لیکن تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ ہوش میں آگئے۔ ان کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ یہ لوگ برزخ تک نہیں پہنچے تھے۔ لیکن انہوں نے سکرات موت کے حالات ضرور دیکھے تھے۔ ان کی مثال ایسے ہی ہے جیسے نیند کے بعد آدمی جاگتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی موت کو نیند سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (Annihilation of Consciousness) کے مطابق جسم تو ختم ہوجاتا ہے لیکن انسان کی خودی (self) زندہ رہتی ہے۔ ڈاکٹر موڈی لکھتا ہے کہ قدیم ترین معاشروں کے لوگ بھی جسم کی موت کے بعد بھی انسان کی خودی کے زندہ رہنے پر ایمان رکھتے تھے۔

اپنے متعلق ڈاکٹر موڈی بتاتا ہے کہ ''زندگی بعداز موت'' یا زندگی کے بعد زندگی میں ان کی دلچسپی 1965ء میں ہوئی جب وہ ورجینیا یونیورسٹی میں انڈر گریجوایٹ طالب علم تھے۔ وہاں ایک سائیکالوجی کے ایک پروفیسر نے بتایا کہ کس طرح وہ دو مرتبہ مرچکا ہے اور اس نے اپنی موت کے دوران حیران کن مناظر دیکھے ہیں۔ اس سے متاثر ہوکر ریمنڈ موڈی نے بھی اس طرح کے مزید واقعات اکٹھے کرنا شروع کیے۔ 1972ء تک انہوں نے کافی واقعات کا ریکارڈ کرلیا تھا۔ کہتے ہیں کہ جس بات نے مجھے سائنسی طور پر اس کام پر مجبور کیا تھا وہ یہ تھی کہ اگرچہ ان لوگوں کے خاندانی حالات مختلف تھے، مذہب بھی ایک نہیں تھا اور وہ ایک دوسرے سے کبھی ملے بھی نہیں تھے لیکن جو کچھ وہ بیان کرتے تھے اس میں حیران کن حد تک مماثلت تھی۔ جس کا صرف یہی مطلب ہوسکتا تھا کہ اس میں کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔ مزید تسلی کے لیے انہوں نے 150 مرکر زندہ ہونے والوں افراد کا انٹرویو کیا۔

فی الحال میں نے ان واقعات میں سے ان لوگوں کے انٹرویوز پڑھے جنہوں نے گھریلو حالات سے تنگ آکر یا محبوبہ کی بے وفائی، یا اُس کے مرنے کے بعد خود کو ریوالور سے شوٹ کرنے، زندگی سے مایوس ہوکر خودکشی کرنے کی کوشش کی اور موت کی بے ہوشی کے بعد ہوش میں آگئے۔ ڈاکٹر ریمنڈ موڈی لکھتا ہے کہ کہ میرے مشاہدہ میں مرنے کے بعد زندہ ہونے میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے خودکشی کی کوشش کی تھی لیکن موت کی بے ہوشی کے بعد پھر زندہ ہوگئے۔ تقریباً ہر کیس میں ان کی موت بڑی تکلیف دہ تھی۔ ایک عورت نے کہا کہ ''اگر یہاں تمہاری روح پریشان ہے تو وہاں بھی پریشان ہوگی۔'' اس نے مزید بتایا کہ ''جس خوف کی وجہ سے میں نے خودکشی کی وہ خوف وہاں بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا۔''

ایک آدمی اپنی بیوی کی موت سے اس قدر رنجیدہ تھا کہ اس نے بتایا کہ اس نے اپنے آپ کو ریوالور سے گولی مارلی جس کے نتیجہ میں وہ مرگیا۔ لیکن پھر موت کی بے ہوشی کے بعد ہوش میں آگیا۔ اس نے بتایا کہ وہ میں وہاں تک نہیں پہنچا جہاں میری بیوی ہے، بلکہ میں ایک نہایت خوفناک جگہ پر پہنچ گیا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ میں نے سوچا کاش میں نے ایسا نہ کیا ہوتا۔'' کچھ اور خودکشی کرنے والوں نے بتایا کہ ''وہاں انہیں بہت پریشانی تھی کہ کاش ہم نے ایسا نہ کیا ہوتا۔ وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ خودکشی کی وجہ سے ہمیں سزا ملے گی۔ ایک آدمی نے بتایا کہ میں مرچکا تو مجھے بتایا گیا کہ دو چیزیں بالکل منع ہیں: خودکشی اور دوسروں کو ناحق قتل کرنا۔ اگر تم نے خودکشی کی کوشش کی تو یہ زندگی کے تحفہ کی ناقدری اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری کے مترادف ہے اور کسی کو ناحق قتل کردینا مقتول کی زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ کے مقصد کو توڑنا ہے۔''

خودکشی کرنے والوں کے یہ احساسات اسلامی تعلیمات سے مطابقت رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ خودکُشی حرام موت ہے اور ایسا کرنے والا دوزخ میں جاتا ہے اور کسی کو ناحق قتل کرنا ناقابلِ معافی جرم ہے۔ (ترمذی شریف) اسلام دُنیا کا واحد دین ہے جو خودکُشی جیسے قبیح فعل کی شدید مذمت کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی کو سامنے رکھیے، آپ ﷺ پر کس قدر پریشانیاں اور مسائل آئے، لیکن آپ ﷺ ثابت قدم رہے اور رحمان کی رحمت سے مایوس نہیں ہوئے۔ اسلام ہمیں صبر و تحمل اور میانہ روی کا درس دیتا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے خودکشی کرنے والے کو دوزخی قرار دیا ہے۔ حضرت جندب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص کے پاؤں میں زخم تھا۔ اس نے خودکُشی کرلی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا! میرے بندہ نے مجھ سے پہلے اپنی جان لے لی، میں نے اس پر جنت حرام کی۔ (صحیح بخاری) حضرت ثابت بن ضحاک ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو لوہے سے قتل کیا تو اس کو دوزخ میں اسی لوہے سے عذاب دیا جائے گا۔'' (صحیح بخاری) حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: '' جو خود اپنا گلا گھونٹ لے وہ دوزخی ہے اور جو خود اپنے آپ کو نیزہ مارے وہ بھی دوزخی ہے۔'' (صحیح بخاری)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بندوں کو اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کوئی شخص بیماری یا گھریلو تفکرات سے تنگ آکر خودکشی کرلیتا ہے تو وہ گویا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نااُمیدی کا اظہار کرتا ہے، مایوسی گناہ کبیرہ میں شمار ہوتی ہے۔ خودکشی کی طرف قدم بڑھانے والا شخص دراصل اپنے رب کی رحمت سے مایوس ہوتا ہے۔ اسے خالقِ کائنات سے حالات سدھرنے کی کوئی امید نہیں ہوتی۔ مایوسی کی یہ کیفیت اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر کامل ایمان نہ ہونے کی علامت ہے۔ اسلام اسی لیے مایوسی کو کفر سے تعبیر کرتا ہے۔ سچا پکا صاحب یقین مسلمان ہر طرف سے مایوس ہوکر بھی رحمان کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا، جبکہ کافر اور کمزور ایمان والا یقین کی نعمت سے محروم ہوجاتا ہے اور یوں وہ خودکشی کا انتہائی قدم اٹھاتا ہے، اور آج یورپ میں سالانہ نو لاکھ افراد خودکشیاں کرتے ہیں۔ سورۃ الحجر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''بلاشبہ اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی نااُمید ہوتے ہیں۔'' اہل ایمان کو تو اُمید کا چراغ ہونا چاہئے، ناامید اور مایوس شخص تو زندہ لاش ہے۔ اس ضمن میں حکیم الامت شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے کیا خوب صورت بات کہی کہ! نااُمیدی قبر کی طرح تیری شخصیت کو ریزہ ریزہ کردیتی ہے۔ نااُمیدی سے ناتوانی اور نامرادی پیدا ہوتی ہے۔ مایوسی کا سرمہ زندگی کی آنکھ کو اندھا اور اس کی قوت مفلوج کردیتا ہے۔ غمگینی اور مایوسی ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ کبھی نااُمید نہ ہو اور ہر قسم کے مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرے۔ (باقی صفحہ 17 پر)

کلام اقبال

غزلیات (بانگِ درا)

(1)

گلزار ہست و بود نہ بیگانہ وار دیکھ
ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ

الفاظ کے معانی:

گلزار: باغ دنیا، کائنات —— ہست وبود: زندگی، وجود —— بیگانہ وار: اجنبیوں کی طرح

مفہوم:

اس دنیا کے باغ کو غیروں کی طرح نہ دیکھ۔ یہ لائق توجہ ہے، الہٰذا اس کا بار بار گہرائی کی نظر سے مشاہدہ کر۔

شرح:

اس شعر میں اقبالؒ نے کائنات پر غور وفکر کی دعوت دی ہے۔ انسان اس دنیا میں آتا ہے اور اس دنیا پر اجنبیوں کی طرح اُچٹتی ہوئی نظر ڈال کر رخصت ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس کارخانہ حیات اور کائنات کے اسرار و رموز کو انسان اسی وقت سمجھ سکتا ہے جب وہ ہر چیز پر گہری نظر ڈالے اور غور کرے کہ اللہ نے یہ باغ کیوں پیدا کیا، نیز انسان اپنی پیدائش کے مقصد پر غور کرے اور سوچے کہ ہمیں اپنی زندگی کیسے بسر کرنی چاہیے؟ تبھی وہ اعلیٰ مقصدِ حیات کا انتخاب کر پائے گا، ورنہ جانوروں کی طرح بے مقصد زندگی بسر کر کے اس دنیا سے چلا جائے گا، جو سراسر خسارہ ہے۔

آیا ہے تو جہاں میں مثالِ شرار دیکھ
دم دے نہ جائے ہستیِ ناپائیدار دیکھ

الفاظ کے معانی:

شرار: چنگاری —— دم دینا: فریب دینا، مرجانا —— ہستیِ ناپائیدار: قائم نہ رہنے والی

مفہوم:

اے انسان تو دنیا میں چنگاری کی مانند پیدا ہوا ہے۔ تیری یہ قائم نہ رہنے والی ہستی کہیں کچھ کرنے سے پہلے ہی دغا نہ دے جائے۔

شرح:

چنگاری کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تو اس عارضی اور فانی زندگی کے فریب میں آجائے اور اصل مقصدِ حیات تیری آنکھوں سے اوجھل ہو جائے۔ الہٰذا اس مختصر سی زندگی کو غنیمت جان اور اس دنیا میں آنے کے اپنے حقیقی مدعا کو پہچان کر اس کے مطابق زندگی بسر کر، تاکہ حقیقی فلاح سے ہمکنار ہو سکے۔

مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں
تو میرا شوق دیکھ، مرا انتظار دیکھ

الفاظ کے معانی:

دید: دیکھنا —— شوق: تڑپ، بے قراری

مفہوم:

اے رب العالمین! بے شک یہ درست ہے کہ میں تیری تجلی دیکھنے کے لائق نہیں ہوں، لیکن تجھے دیکھنے کی میری تڑپ اور بے قراری بہر حال تیری توجہ کی مستحق ہے۔

شرح:

اقبالؒ اس شعر میں ایک اعلیٰ ترین مقصدِ حیات کی طرف متوجہ کرا رہے ہیں کہ انسان کی زندگی کا اصل مقصد اللہ سے ملاقات کرنا اور اُسے دیکھنا ہے۔ اگرچہ اس خاکی لبادے میں رہتے ہوئے انسان اللہ کی تجلی کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ مومنین کو اللہ کے دیدار کی سعادت آخرت میں حاصل ہوگی۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے اللہ سے ملنے کی بے قراری اور اسے دیکھنے کا انتظار ہی اُسے اللہ و رسولؐ کی اطاعت پر کاربند رہنے میں ممد و معاون ہوتا ہے۔ اپنی اس تڑپ اور لگن کے حصول کے لیے وہ اپنا تن من دھن لٹانے کے لیے تیار رہتا ہے۔ ایک مومن کا یہ شوق اور بے قراری لائق تحسین ہے۔

کھولی ہیں ذوقِ دید نے آنکھیں تری اگر
ہر رہگذر میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ

الفاظ کے معانی:

ذوقِ دید: دیکھنے کا شوق —— رہ گذر: راستہ —— نقش: نشان کفِ پائے یار: محبوب کا تلوا

مفہوم:

اگر دیدار کے شوق نے تیری آنکھیں کھول دی ہیں تو تجھے ہر راستے میں محبوب کے تلوے کا نشان نظر آئے گا۔

شرح:

جسے اپنے رب کے دیدار کا شوق اور آرزو ہو اُسے چاہیے کہ اپنے باطن کی آنکھ کو کام میں لائے۔ اگر وہ دل کی آنکھوں سے اس کائنات کا مشاہدہ کرے تو دنیا کی ہر چیز میں اسے اللہ کا جلوہ دکھائی دے گا۔ اس جسم کی قید میں رہتے ہوئے اللہ کا دیدار ممکن نہیں، لیکن دید کا شوق ہو تو دل کی آنکھ سے محبوب کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔

بقیہ: رحمان کی رحمت

جان کی حفاظت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے خودکشی کو حرام قرار دیا ہے۔

آج کے مضطرب معاشرے خوشی اور سکون و راحت کے حصول کا سب سے مختصر ترین راستہ یہی ہے کہ اللہ کی طرف لوٹا جائے اور اس تک پہنچنے کا طریقہ بس ایک ہے کہ اللہ اور اس کے محبوب ﷺ نے جن کاموں سے منع کیا ہے انسان اُن سے رک جائے اور جن کاموں کو کرنے کا کہا، انہیں انجام دے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر راضی رہے۔ ایسا کرنے سے اُسے ان شاء اللہ حقیقی خوشیاں ملیں گی اور قلبی سکون میسر آئے گا۔

☆☆☆

تنظیمِ اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے دعوتی کیمپس

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے تحت 23 مارچ 2014ء کو دو مقامات پر تعارفی کیمپ کا انعقاد کیا گیا۔ پہلا کیمپ مقامی تنظیم کورنگی شرقی جبکہ دوسرا مقامی تنظیم کلفٹن کی میزبانی میں منعقد ہوا۔ کورنگی شرقی تنظیم کی معاونت پانچ مقامی تناظیم شاہ فیصل، ملیر، لانڈھی، کورنگی غربی اور سوسائٹی تنظیم نے جبکہ کلفٹن تنظیم کی معاونت چار تناظیم اولڈ سٹی، ڈیفنس، قرآن اکیڈمی، بنوری ٹاؤن نے کی۔ کورنگی شرقی تنظیم کی میزبانی میں یہ پروگرام فائیو سٹار میرج لان کورنگی نمبر 6 میں جبکہ کلفٹن تنظیم کے تحت بلو فیملی پارک میں منعقد کیا گیا۔ دونوں مقامات پر خطاب کا موضوع ”پاکستان کی سلامتی مگر کیسے“ تھا۔

فائیو سٹار میرج لان میں پروگرام کے لئے میزبان تنظیم کے رفقاء 23 مارچ کو بوقت تین بجے جلسہ گاہ میں جمع ہوئے۔ بقیہ تناظیم کے رفقاء بھی طے شدہ وقت پر شام ساڑھے تین بجے جمع ہوگئے۔ پروگرام کے آغاز میں کورنگی شرقی تنظیم کے رفیق سید جبران علی نے ”دعوت کی اہمیت اور آداب“ سے رفقاء کو آگاہ کیا۔ بعد ازاں سید تقویم احمد نے دعوتی سعی کے لئے آٹھ ٹیمیں تشکیل دیں۔ سراج احمد نے نقشہ کے ذریعے ٹیموں کو اُن کے علاقوں کو روانہ کیا۔ رفقاء نے نمازِ عصر مختلف مساجد میں ادا کی۔ بعد ازاں گھر گھر جا کر عوام الناس میں تنظیمِ اسلامی کی دعوت پہنچائی۔ بعد نماز مغرب امیر مقامی تنظیم بنوری ٹاؤن فیصل منظور نے مقررہ موضوع پر جامع خطاب کیا۔ انہوں نے گفتگو کے پہلے حصے میں مسلمانانِ پاکستان کے جرائم بیان کیے اور آخری حصے میں جرائم کی وجہ سے آنے والے مصائب اور اُن سے نکلنے کے راستہ ــ انفرادی اور اجتماعی سطح پر سچی توبہ ــ کی وضاحت کی۔ اس پروگرام میں 100 رفقاء اور 60 احباب نے شرکت کی۔ پروگرام کے بعد رفقاء و احباب نے سٹال سے بھی استفادہ کیا اور پر فارما کے ذریعہ احباب نے ذاتی کوائف بھی فراہم کیے۔

میزبان تنظیم کلفٹن کے رفقاء دوپہر 12 بجے جبکہ بقیہ تناظیم کے رفقاء مقررہ وقت پر اڑھائی بجے فیملی پارک میں جمع ہوئے۔ اسٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری مقامی تنظیم کے معتمد طاہر حمید نے انجام دی۔ رفقاء کی ترغیب و تشویق کے لیے جناب محمد اسلم نے دعوت کی اہمیت اور آداب بیان کئے۔ علاقے میں دعوتی سعی کے لیے فضل الرحمٰن نے 10 ٹیمیں تشکیل دیں، جنہوں نے علاقے میں گھر گھر جا کر عوام الناس کو پروگرام میں شرکت کی دعوت دی۔ اجتماع گاہ میں موجود بزرگ رفقاء اور مقامی امیر ذکر و اذکار میں مشغول ہوگئے۔ قبل از عصر تک رفقاء نے دعوتی ملاقاتیں کیں اور نمازِ عصر لان میں ادا کی۔ نماز کے بعد اجتماع کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا، جس کی سعادت قاری عطا الرحمٰن نے حاصل کی۔ اس کے بعد حلقہ کراچی جنوبی کے ناظم دعوت حافظ عمیر انور نے خطاب عام کا آغاز کیا۔ انہوں نے تاریخ پاکستان کے تاریک حقائق اور ہماری زبوں حالی کا ذکر کیا اور اس سے نکلنے کا راستہ بھی شرکاء پر واضح کیا۔ اپنے خطاب میں انہوں نے تنظیم اسلامی کا تعارف اور اس کی دعوت کا بھی مختصراً ذکر کیا۔ اس پروگرام میں 80 رفقاء اور 13 احباب نے شرکت کی۔

دونوں پروگراموں کی تشہیر کے لیے قبل ازیں 6500 ہینڈ بلز اور 15 عدد بڑے بینرز اور 10 عدد پول بینرز استعمال کیے گئے۔ مجموعی طور پر ان پروگراموں میں 180 رفقاء اور 73 احباب نے شرکت کی۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہماری اِس سعی کو قبول و منظور فرمائے اور اقامت دین کی جدوجہد کے لیے مزید ہمت و حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین! (مرتب: محمد سہیل)

حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے تحت ایک روزہ تربیتی اجتماع

حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے تحت ایک روزہ تربیتی اجتماع کا انعقاد 29 مارچ بروز ہفتہ چکوال میں ہوا۔ اجتماع میں 47 رفقاء نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز عصر شہزاد بٹ کے درس قرآن سے ہوا۔ نماز مغرب کے بعد احمد بلال کا بیان ہوا۔ موضوع تھا: اللہ کی رحمت سے دوری اور لعنت کی وجہ۔ یہ بیان عشاء تک جاری رہا۔ عشاء کی نماز کے بعد رفقاء نے کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد اخلاص طارق نے نصب العین کے موضوع پر گفتگو کی، اور امیر افسر نے سورۃ العصر پر درس دیا۔ اس کے بعد چکوال کے ایک عالم دین مولانا وزیر صاحب کو گفتگو کا موقع دیا گیا۔ وہ ڈیڑھ سال سے تنظیم کے دروس میں شریک ہو رہے تھے۔ اس موقع پر انہوں نے تنظیم میں باقاعدہ طور پر شمولیت کا اعلان کیا۔ اس کے بعد رفقاء نے آرام کیا۔ رات کے آخری پہر چار بجے بیدار ہو کر رفقاء نے کر نماز تہجد ادا کی۔ نماز فجر سے پہلے رفقاء کو دعائے استخارہ یاد کروائی گئی۔ نماز فجر کے بعد افتخار صاحب نے درس قرآن دیا۔ آرام اور ناشتہ کے بعد پروگرام کا آغاز مراحل انقلاب کے بیان سے ہوا۔ ان چھ پوائنٹس کو چھ رفقاء نے تفصیل سے بیان کیا۔ بعد ازاں قائم مقام امیر حلقہ فاروق حسین نے انہی پوائنٹس کا مذاکرہ کروایا۔ ساڑھے گیارہ بجے رفقاء کو تین تین کے گروپس بنا کر چکوال شہر میں موسیقی کی شناعت کے حوالے سے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنے اور اس کے بجائے قرآن سننے کی تلقین کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ اس مقصد کے لیے ہینڈ بل بھی تیار کیا گیا تھا، جو رفقاء نے تقسیم کیا۔ دن ایک بجے رفقاء واپس آئے تو پروگرام کا اختتام ہوا اور رفقاء اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی دینی ذمہ داریاں پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ان شاء اللہ العزیز

20 اپریل 2014ء (بروز اتوار) بعد نمازِ مغرب

انوار کلب سیالکوٹ میں

شریعت اسلامی کا نفاذ، مگر کیسے؟

کے موضوع پر

امیر تنظیم اسلامی

حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ

کا خصوصی خطاب ہوگا

رفقاء و احباب پروگرام میں جُوق در جُوق شرکت کریں!

المعلن: تنظیم اسلامی سیالکوٹ

برائے رابطہ: 0333-8707374

0321-7101150

دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی داروغہ والا کے رفیق تنویر علوی کی والدہ کینسر کے مرض میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی اُن کے لئے دُعائے صحت کی اپیل ہے۔

15تا21 اپریل 2014ء ، 14تا20 جمادی الاخریٰ 1435ھ

Israel Reassessed in Washington

By Mowahid Hussain Shah

A landmark Summit was convened at the preeminent US media forum, The National Press Club, at Washington, DC. The focus of the day-long symposium was a reassessment on the hitherto taboo topic of the influence of Israel on US policy-making and its broader repercussions.

The National Summit - the first of its kind - attracted heavyweights associated with Congress, military, academia, media, intelligence, plus a cross-section of notable civil society activists. The topic and the venue ensured overflowing attendance as well as live media coverage on C-SPAN TV.

The discussion covered a broad spectrum of issues including, but not limited to, the reach of the pro-Israel lobby, its incitement of the March 2003 invasion of Iraq, its bellicosity on Iran, its control and muzzling of the Middle East discourse, its attempts to divert attention away from Israel's nuclear arsenal, its clout on political parties, and whether Israel was a liability or an asset for America.

Some former senior Naval officers detailed evidence of Israeli espionage activity in the United States. Experts also presented evidence of the Israeli strategy of fragmenting of its foes and inciting ethno-sectarian wars. Spotlight was put on US officialdom for their willingness to subordinate America's national security interests to those of Israel's. Various US Presidents came under blistering critique for crumbling under pressure. Nor did the US media come out unscathed for practicing self-censorship to cover-up Mideast realities.

Former Pentagon officials expressed dismay over the unfettered access Israel had in US policy corridors. Senior military veterans cited how, during their tenure in Iraq, they repeatedly found how pivotal the Palestinian issue was in the imagination of ordinary Iraqis. Some pointed to the slow emergence of a lobby within the US military, which is strongly resentful of being manipulated into unwise interventions incited by Israel, where American lives and interests come in harm's way.

The silencing and discrediting of critics of Israel was deplored. Ample instances were provided of prominent media personalities whose reputations were tarnished and their careers derailed for questioning the Israeli grip on the direction of US Mideast policies, and expressing empathy for the plight of the Palestinian people.

Some educators were appalled to note how history-teaching in US high schools was being slanted to indoctrinate American pupils with a one-sided narrative. This absolutist bid to ostracize adversaries of Israel and strike down any potential competitors has diminished democracy in America and shrunk US standing elsewhere.

The conclusion of the colloquium was that, in effect, Israel was neither an ally nor a friend of the US because of the deep damage it had done to the US. Speakers openly advocated terminating aid to Israel and stop the blank check.

The panelists urged the American public to develop critical discernment and suggested that the aura of invincibility, which the pro-Israel lobby has cultivated, would prove to be shallow should it be countered by an effective opposition. That is the inescapable challenge looming ahead for the American public in general and the Western Muslim community in particular. If it seems like a near impossible dream, so too was Pakistan when it was initially envisioned.

(Courtesy: http://www.nawaiwaqt.com.pk)